مجلہ ہلال

سنہ ۱۹۸۹ء بمطابق سنہ ۱۴۰۹ھ

بزمِ ادب

جمعیت حکیمانِ (دہلی) کراچی

Scanned with CamScanner
CamScanner

مجلہ

ملن

سنہ ۱۹۸۹ء
بمطابق سنہ ۱۴۰۹ھ

مجلس ادارت

طیب حمید ——— مدیر و نگرانِ اعلیٰ

معاونین

محمد ایاز ═══ شہزاد پرویز

بزمِ ادب

جمعیت حکیمانِ (دہلی) رجسٹرڈ کراچی

Scanned with CamScanner
CamScanner

سرپرستِ اعلیٰ بزمِ ادب

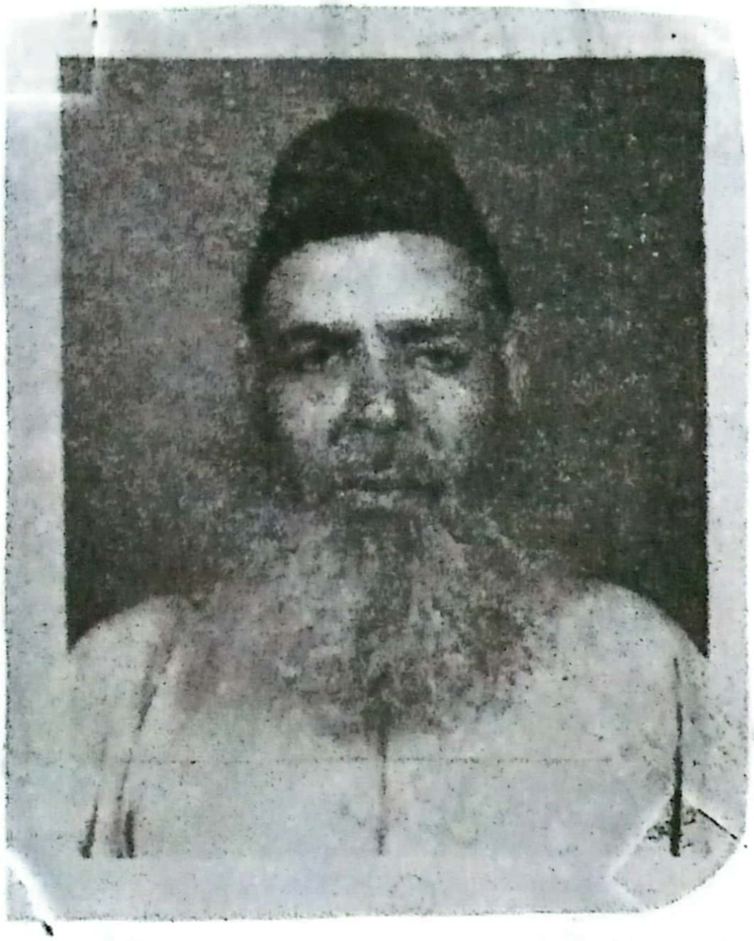

جنابِ حبیب احمد صاحب

Scanned with CamScanner

پیغام

سب سے پہلے میں افرادِ جمعیت کو عید کی دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس کے ساتھ ساتھ حاضرین بزم ادب سے گذارش کروں گا کہ ان خواتین و حضرات کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں جو گذشتہ سال اس جہانِ فانی میں ہم سب کے درمیان موجود تھے اور اب کوچ کر گئے ہیں۔ رب العزت کے حضور دُعا گو ہوں کہ وہ تمام خواتین و حضرات کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

مجلہ کی اشاعت نہ صرف تخلیقی اقدار کی نمائندگی کرتی ہے بلکہ افرادِ جمعیت کی ذہنی صلاحیتوں کو نکھارتی اور جلا بخشتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مختلف النوع مضامین سے آراستہ یہ مجلہ نوجوانوں کی صحیح خطوط پر راہنمائی کرے گا اور ان کو فعال اور سرگرم بنانے میں مثبت کردار ادا کرے گا۔

بزم ادب کے مجلہ "ملن" کے لیے یہ سطور لکھتے ہوئے جو دلی مسرت اور خوشی کا احساس ابھر رہا ہے اس کا اظہار الفاظ میں مشکل ہے۔ آج سے چھیاسٹھ سال قبل جو پودا جناب محمد دین خلیقی (مرحوم) نے لگایا تھا آج ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ آج کا نوجوان قومیت کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنی برادری کے لیے بہت کچھ خدمات انجام دینے کا خواہشمند نظر آتا ہے لیکن وہ بھی ہم تمام بزرگوں، جہاندیدہ اور زمانہ شناس حضرات سے یہ امیدیں وابستہ کیے ہوئے ہے کہ وہ مثبت اور فلاحی اعتبار سے ان کی راہنمائی کرتے ہوئے ان کے حوصلوں کو بلند کریں۔ ذرا غور کیجیے کہ ماہِ صیام میں جن مصروفیتوں سے ہر سال ہم سب گزرتے ہیں یہی نوجوان آپ اور ہم سب کو ایک جگہ بٹھانے کا انتظام کرتے ہیں اور ہم سب کے لیے تفریحی پروگرام مرتب کرتے ہیں تاکہ افرادِ جمعیت یک جان و یک قالب ہوں۔

مجھے یہ کہتے ہوئے فخر محسوس ہوتا ہے کہ بزمِ ادبِ جمعیت حکیمان کا سب سے قدیم اور سب سے فعال ادارہ ہے۔ اس کا پہلا اجتماع آج سے چھیاسٹھ سال قبل ۱۹۲۳ء میں دہلی میں منعقد ہوا۔ گو کہ پچھلے چھیاسٹھ سالوں میں دو سال بزم ادب کا اجتماع ممکن نہ ہو سکا جس کی کمی برادری کے ہر فرد نے شدت سے محسوس کی لیکن اسلامی تاریخوں کے اعتبار سے بزم ادب کے چھیاسٹھ اجتماع منعقد ہو چکے ہیں۔ یہ ادارہ افرادِ جمعیت کو ایک پلیٹ فارم مہیا کرتا ہے جہاں افرادِ جمعیت کو ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع ملتا ہے۔ محبتیں اور قرابت داریاں بڑھتی ہیں ایک دوسرے سے ملن ہوتا ہے "عید ملن"۔

مجلس ادارت، مجلس منتظمہ، اہلِ قلم خواتین و حضرات، مشتہرین اور معاونین مبارکباد کے مستحق ہیں کہ جن کی کاوشوں سے یہ مجلہ تکمیل تک پہنچا اور آج کی یہ تقریب منعقد ہوئی۔

حاضرینِ محفل کو خوش آمدید کہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ سب اپنی جگہوں پر منظم اور پرسکون رہتے ہوئے پروگرام سے لطف اندوز ہوں گے۔

دعاؤں کا طلبگار

حبیب احمد سرپرست اعلیٰ بزم ادب

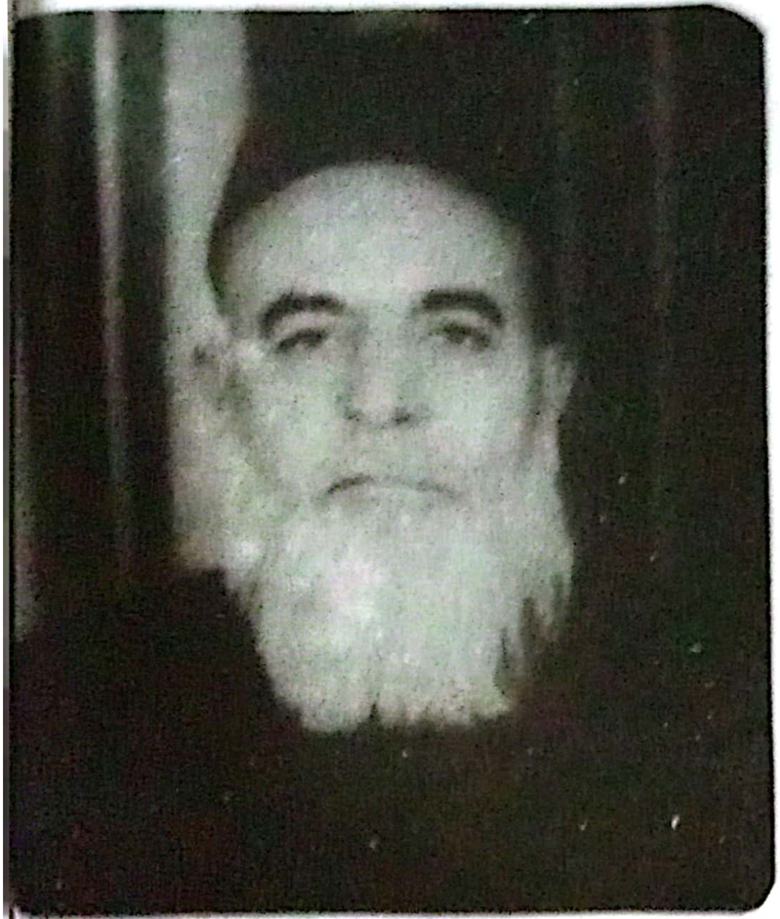

چودھری جمعیت حکیمان (دہلی) کراچی

جناب محمد ایوب قادری

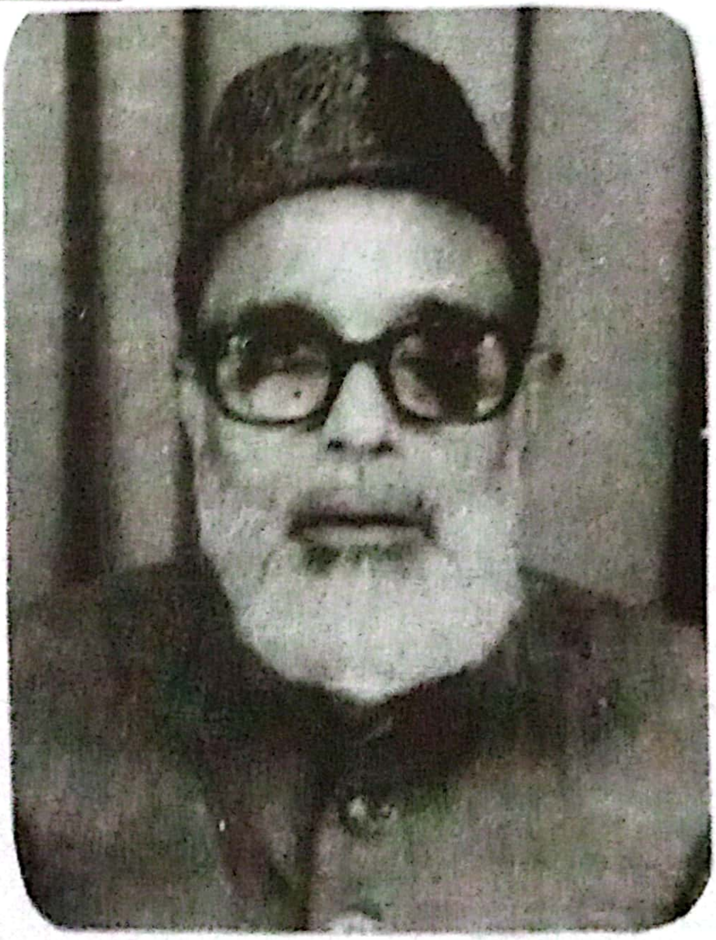

چودھری جمعیت حکیمان (دہلی) رجسٹرڈ کراچی

جناب مقیم الدین

Scanned with CamScanner
CamScanner

بزرگانِ قوم اور محترم خواتین و حضرات

السلام علیکم

عیدالفطر کے اس مبارک موقع پر میں آپ کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔
آپ تمام افراد نے جس احسن طریقے سے ہماری ہمت افزائی کی اور تعاون کیا وہ قابلِ تعریف ہے۔
میں آپ کی خدمت میں کچھ گزارشات پیش کرنے کی سعی کر رہا ہوں۔

آپ کو یاد ہوگا کہ موجودہ اعلیٰ مجلس کی مُدت جولائی ۸۶ء میں ختم ہو گئی ہے نئے انتخابات کا انعقاد اعلیٰ مجلس کی ذمہ داری ہے۔ یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ کراچی کے حالات خراب ہونے کے باعث اعلیٰ مجلس کے ذمہ دار افراد انتخابات نہ کرا سکے۔ ۸۷ء کی بزم ادب میں بھی میں نے انتخابات کرانے پر زور دیا تھا۔ اور اب پھر آپ کی وساطت سے میں اعلیٰ مجلس کے جنرل سیکریٹری سے گذارش کروں گا کہ وہ نئے انتخابات کا اہتمام کریں تاکہ قوم کو تازہ قیادت میسر آ سکے اور منتخب قیادت نئے جوش اور جذبہ سے قوم کی خدمت کر سکے۔
جہاں تک میری خدمات کا تعلق ہے میں خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتا۔ کیوں کہ میری صحت اب اس کی اجازت نہیں دیتی۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ جنرل باڈی کا اجلاس برائے انتخابات ۸۶ء سے ملتوی ہوتا آ رہا ہے اور گذشتہ سال بزم ادب کا انعقاد بھی ممکن نہ ہو سکا۔ آج تمام افراد کی موجودگی جنرل باڈی کے اجلاس کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا میں اپنی ذاتی وجوہ کی بناء پر قوم کے سامنے اپنا استعفیٰ پیش کر رہا ہوں۔

استعفیٰ پیش کرتے ہوئے مجھے افسوس ہو رہا ہے کیونکہ آپ حضرات سے قومی امور کے سلسلے میں وابستگی ۴۷ء سے چلی آ رہی ہے۔ بہر حال میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ اس کے بعد بھی میرا تعاون منتخب قیادت کو حاصل رہے گا۔

قومی بحالی تعمیر کے جن کے مراحل سے گذر رہا ہے وہ آپکے سامنے ہے اور مہنگائی کے اس دور میں جو لاگت اس کی تعمیر پر آ چکی ہے اور آنی ہے اس کا اندازہ آپکو بخوبی ہو گا۔
تعمیر کی اس کوشش میں جو بھی آپ تعاون کریں گے وہ ایک مضبوط ستون کی حیثیت اختیار کرے گا۔ سوسائٹی کے عہدیداران کی کوششیں قابلِ ستائش ہیں۔

فرینڈز سرکل کے ممبران سے بھی میری گذارش ہے کہ وہ آگے آئیں اور قیادت سنبھالیں۔ نوجوانوں کی سرگرمیاں یقیناً کسی معاشرے کی ترقی میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ نوجوان اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کریں تاکہ قوم کو ترقی نصیب ہو۔

برادری کی ڈسپنسری ۸۱ء سے رنچھوڑ لائن میں قائم ہے۔ مزید ڈسپنسری کے لیے کوششیں ہونی چاہئیں۔ اور ہمیں امید ہے کہ یہ فلاحی کام آپ مخیر حضرات کے تعاون سے ممکن ہو سکے گا۔
آخر میں میں آپ سب حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ میری گذارشات کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔

شکریہ
محمد ایوب قادری

Scanned with CamScanner

صدر اعلیٰ مجلس انتظامیہ

جمعیت حکیمان دہلی، کراچی

جناب محمد تقی صاحب

پیغام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقام مسرت ہے کہ کارکنانِ بزم ادب مجلہ ملن شائع کر رہے ہیں۔ اس سے نہ صرف قوم کے نوجوانوں میں علمی و ادبی ذوق پیدا ہو گا بلکہ بزرگوں کو بھی اپنے نونہالوں کی صلاحیتوں کا اندازہ ہو گا۔

بزم ادب جمعیت حکیمانِ (دہلی) کراچی کا بہت اہم ادارہ ہے اور اب تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے کیونکہ بزم ادب کے سالانہ اجتماع میں افرادِ برادری کو بہت سے عزیزوں اور دوستوں سے ملنے کا موقع مل جاتا ہے

گذشتہ سال ناساز گار حالات کی وجہ سے بزم ادب منعقد نہ کی جا سکی اس کمی کو افراد برادری نے بہت شدت سے محسوس کیا اور ایسا معلوم ہوا کہ عید ہی نہیں ہوئی۔ یہ سچ ہے کہ عزیزوں کی دید سے عید کی خوشیاں دوبالا ہو جاتی ہیں۔

جمعیت کے وہ نوجوان مبارکباد کے مستحق ہیں جو رمضان المبارک میں روزے رکھ کر بزم ادب کیلئے پروگرام مرتب کرتے ہیں اور اس کے انعقاد کا انتظام کرتے ہیں۔ میں صدر اور اراکین بزم ادب کی کامیابی اور کامرانی کیلئے دعا کرتا ہوں۔

محمد تقی

صدر جمعیت حکیمان (دہلی) کراچی۔

Scanned with CamScanner CamScanner

خطبۂ صدارت

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے عید الفطر کا یہ عظیم الشان اجتماع جو ۱۹۲۳ء سے اپنی روایات کے ساتھ بہ فضلِ تعالیٰ قائم ہے اور ان شاء اللہ قائم رہے گا جو "بزم ادب" کے نام سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ جمعیت حکیمانِ (دہلی) کراچی کا یہی اجتماع ایسا ہے جو بلا کسی تشہیر کے بچے، بڑے، بزرگ، جوان، مرد و خواتین، خورد و کلاں پر مشتمل کثیر تعداد میں افرادِ برادری کو مخلصانہ طور پر یکجا جمع کر دیتا ہے۔

درحقیقت اس بزم کے انعقاد کا مقصد دلوں کی کدورتوں، عداوتوں، نفرتوں کو مٹا کر جملہ افرادِ برادری میں مخلصانہ، مشفقانہ یکجہتی میل ملاپ، محبّت واخوت اور بھائی چارگی سے عید کی مسرّتوں میں اضافہ کا باعث تھا اور یہی مقصد آج بھی کارفرما ہے

آجکل اس ترقی یافتہ دور میں بالخصوص کراچی جیسے وسیع و عریض شہر کے مختلف گوشوں میں افراد برادری مقیم ہیں اور زندگیوں میں انہماک بھی اتنا ہے کہ افراد برادری کا قریب ہونا تو کجا ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ ہونا بھی دشوار گذار اور مشکل امر ہے۔ ایسی شکل میں اس اجتماع کی اہمیت اور افادیت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

آج اس اجتماع کو دیکھ کر جتنی خوشی ہوتی ہے اُتنا ہی اُس نگاہِ بصیرت پر فخر ہوتا ہے کہ جس نے چھیاسٹھ ۶۶ سال قبل آج کی ضروریات کو محسوس کیا وہ محبِّ قوم، بیباک ادیب فخرِ برادری جناب محمّد دین خلیقی مرحوم جنہوں نے دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر لونگ چڑوں، دہی بڑوں سے لطف اندوز ہونے والوں یا پریڈ کے میدان میں تیتر بازی، مرغ بازی، کبڈّی کے شائقین اور دیوان خانوں کے گوشہ نشینوں کو یکجا جمع کر کے "بزم ادب" کے نام سے خلوص و محبّت کی مضبوط بنیاد رکھی۔ مقام شکر ہے کہ آج میری آنکھ اُس محبّت کا مظاہرہ دیکھ رہی ہے۔ بارگاہِ ایزدی میں دعا ہے کہ محمّد دین خلیقی مرحوم پر صبح و شام صد ہزار رحمتیں نازل ہوں اور جنّت نعیم کی بہاریں نصیب ہوں۔

میں اپنے ان تمام نوجوان ساتھیوں کو مبارک دیتا ہوں جو اپنے بزرگوں کی روایت کو زندہ و تابندہ رکھنے کیلئے رمضان کے روزوں میں بسی مشقّت کے باوجود رات کی تراویح کے بعد اپنے آرام کا ایثار کر کے انتھک محنت کے ساتھ نہ صرف جدوجہد کرتے ہیں بلکہ ہر سال جدّت طرازی کرتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کہ اس اجتماع کی عظمتِ رفتہ قائم رہے بلکہ مزید ترقی ہو اور شرکاءِ بزم کو زیادہ سے زیادہ سہولت حاصل ہو چنانچہ گذشتہ دو سالوں سے آمد و رفت میں تکالیف کو محسوس کرتے ہوئے بسوں کا انتظام کیا گیا تاکہ واپس جانے میں لوگوں کو دشواری پیش نہ آئے۔ امسال باشندگانِ حیدرآباد سے بھی جناب خلیق ذکائی صاحب، جناب نعیم الدّین صاحب اور جناب جمیل احمد صاحب کے تعاون سے بسوں کا انتظام کیا گیا ہے تاکہ حیدرآباد میں بود و باش رکھنے والے افرادِ برادری بھی پوری طرح شریک ہو کر اس "بزم ادب" کے اجتماع

کے ذریعہ رشتہ، اخوۃ میں اضافۂ مؤانست کا باعث ہوں ۔

بزم ادب کی افادیت اور اس کے مقصد کی تکمیل کیلئے ایک مجلہ "ملن" کے نام سے جاری کیا گیا جسکا شمارہ پیش خدمت ہے پوری کوشش کی گئی ہے کہ اس کا معیار آپ کیلئے قابل قبول ہو۔ اگر اس میں کوئی کمی محسوس ہو تو اُس کو تنقید کا نشانہ نہ بنائیں بلکہ اپنے نیک اور مخلصانہ مشوروں سے مستفید فرمائیں تاکہ آئندہ اُس کمی کو پورا کیا جاسکے ۔

میں تمام اہل قلم کا ممنون ہوں جن کی ذہنی صلاحیتوں نے اس مجلے کو مزین کیا اور شکر گذار ہوں تمام اراکینِ مجلس ادارت کے لیٹریری سیکریٹری جناب طیب صاحب اور معاون جناب ایاز صاحب و شہزاد صاحب کا جنہوں نے باوجود اپنی ذاتی مصروفیات کے محنتِ شاقہ سے اس مجلہ کو خوبصورت ترتیب و ترتیل کے ساتھ آپ تک پہنچانے کے قابل بنایا ۔

میں اُن تمام مشتہرین کا بھی مشکور ہوں جنکے مالی تعاون سے اس مجلہ کے ذریعہ گذشتہ بزم ادب کی روئداد ، آمد و خرچ کا گوشوارہ اور باصلاحیت افرادِ برادری سے شناسائی کے علاوہ برادری کی یکجہتی کی کوشش کیگئی ۔

میں اُن تمام نونہالانِ برادری کا بھی شکر گذار ہوں جو پروگراموں میں حصہ لیکر اس بزم کے اجتماع کو دلچسپ بناتے ہیں ۔ انکے بعد جناب ایاز صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ وہ اس سال بزم ادب کی رکنیت سے الگ رہتے ہوئے بھی دوش بدوش ساتھ ہیں ۔

آخر میں تمام شرکاء، مرد و خواتین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تشریف ارزانی فرماکر اس بزم کی رونق میں اضافہ کا باعث ہوتے ۔

اِن اختتامی کلمات کے ساتھ میں ربّ العزت کے دربار میں دست بدعا ہوں کہ ہماری پوری برادری بالخصوص اس بزم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں اور ہم میں اخوت و مؤانست کو قائم و دائم رکھے ۔

آمین ثم آمین

صدر بزم ادب

(محمد مظہر اختر فریدی)

Scanned with CamScanner
CamScanner

پیغام

سب سے پہلے میں اپنی اور اپنی تمام مجلس منتظمہ کی جانب سے آپ سب کو عید مبارک پیش کرتا ہوں۔

جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ اس پروگرام کے لئے ہمیں پورے رمضان اس کی تیاری کرنی پڑتی ہے اور مالی معاونت کیلئے آپ تمام حضرات کے پاس جاتے ہیں میں ان تمام حضرات کا بے حد مشکور ہوں جو ہمارے ساتھ بھرپور تعاون کرتے ہیں۔

مجھے یہ بات کہتے ہوئے بہت فخر محسوس ہوتا ہے کہ میں نے اس بزم ادب کے پلیٹ فارم سے بہت کچھ سیکھا ہے اور بہت سے ایسے کاموں کا بھی مجھ میں حوصلہ ہو گیا ہے جن کاموں کو کرنے میں مجھے ڈر محسوس ہوتا تھا۔

آخر میں اپنے تمام نوجوان ساتھیوں سے یہ بات کہوں گا وہ بھی آگے بڑھیں نئے تجربات اور اپنے آپ میں حوصلہ پیدا کریں۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

حسین الدین
نائب صدر

حاضرینِ محفل کو خوش آمدید

عید کے پرمسرت موقع پر

ہم افراد جمعیت حکیمان (دہلی) رجسٹرڈ کراچی

کی خدمت میں

دلی مبارکباد

پیش کرتے ہیں۔

منجانب

اراکین و مجلسِ منتظمہ بزمِ ادب

Scanned with CamScanner
CamScanner

مجلس ادارت

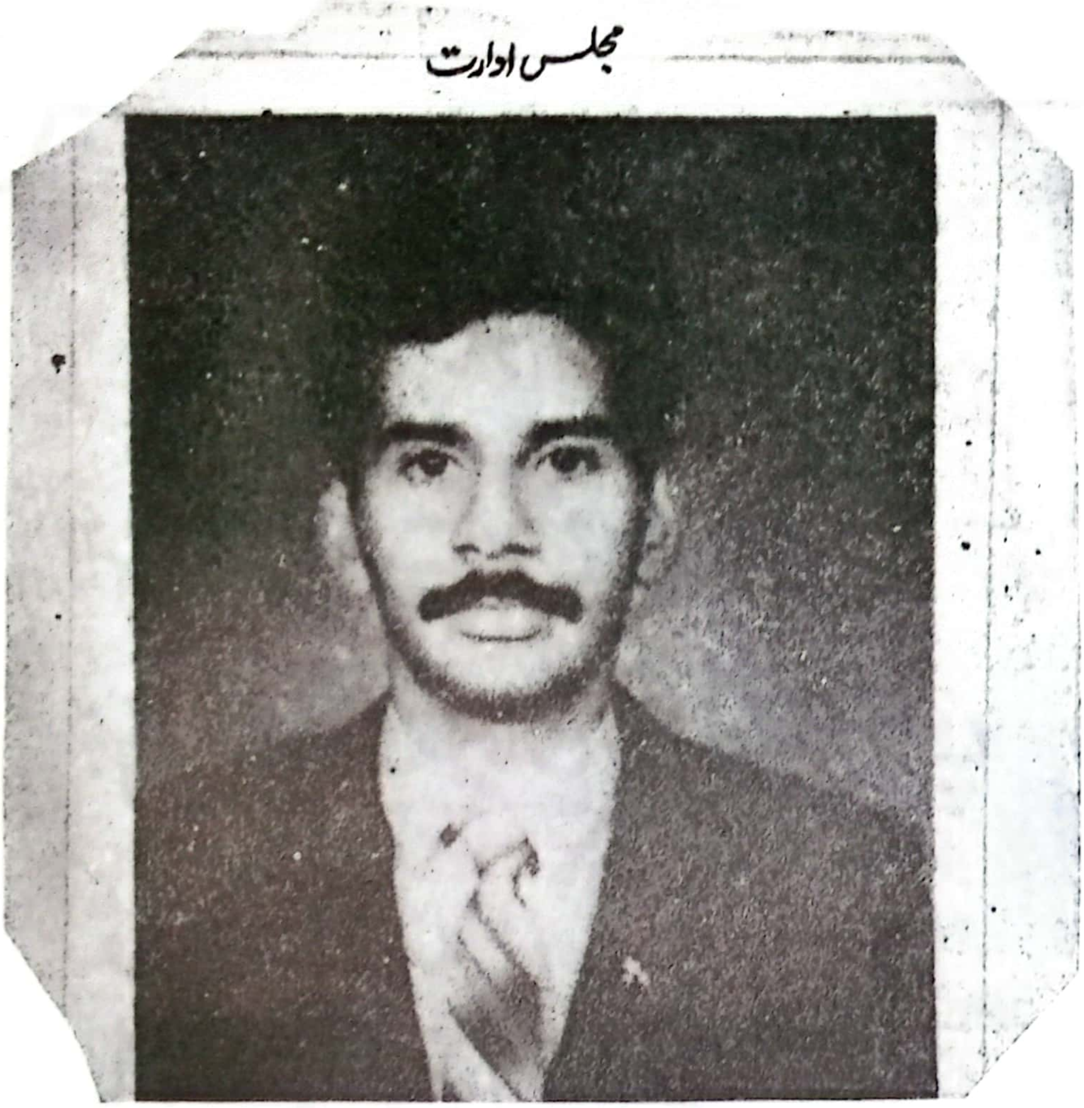

طیب حمید مدیر و نگران اعلیٰ

معاونین

محمد ایاز

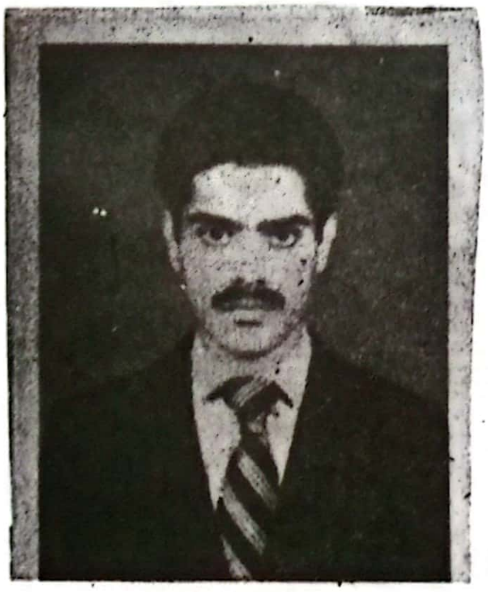

شہزاد پرویز

Scanned with CamScanner

اداریہ

مجلسِ ادارت و مجلس منتظمہ بزمِ ادب کی جانب سے تمام افرادِ جمعیت کو خوش آمدید کہتا ہوں و دلی عید مبارک پیش کرتا ہوں۔

ماہِ صیام میں ہمارا زیادہ تر وقت مجلّہ کی اشاعت میں گزرا۔ میں اللہ تعالیٰ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ میں نے جس کام کا بیڑہ اٹھایا تھا وہ آج پایۂ تکمیل تک پہنچا اور مجلّہ "ملن" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کی اشاعت یقیناً ہم سب کے لئے باعثِ مسرت و افتخار ہوگی۔

مجلّہ "ملن" دراصل افرادِ جمعیت کی ذہنی تخلیقات کے ابلاغ کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعے سے افرادِ جمعیت کی صلاحیتوں کا صحیح معنوں میں اظہار و اندازہ ہوتا ہے وقتاً فوقتاً شائع ہونے والے مجلّے ہوں یا دیگر علمی مباحثات کی محفلیں ان تمام کا مقصد افرادِ جمعیت کو تفریح فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اندر تعمیری سوچ کو اجاگر کرنا ہے تاکہ نوجوانوں کی مخفی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آئیں اور صحیح معنوں میں استعمال کریں۔

اگر مندرجہ بالا تعمیری اور صحت مند سرگرمیاں افرادِ جمعیت کو فراہم کی جاتی رہیں تو ہمارے نوجوان ایک بامقصد رخ پر آ سکتے ہیں اور عملی زندگی میں ایک مفید اور کارآمد شہری کا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس مجلّے کے مضامین پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے نوجوان اعلیٰ علمی اور ادبی ذوق رکھتے ہیں ضرورت محض اس امر کی ہے کہ ان کی سوچ و فکر اور تخلیقی صلاحیتوں کو اظہار کے مناسب مواقع فراہم کئے جاتے ہیں اور یہی مجلّہ "ملن" کا مقصد ہے۔

مجلسِ ادارت، اراکین مجلس منتظمہ، اہلِ قلم خواتین و حضرات اور مشتہرین یقیناً مبارکباد کے مستحق ہیں جنکی کاوشوں سے یہ مجلّہ "ملن" آپ کے ہاتھوں تک پہنچا۔ خصوصاً محمد ایاز سابق صدر بزمِ ادب کی پشت پناہی کا معترف ہوں کہ جو اس سال بزمِ ادب میں نہ ہوتے ہوئے بھی قدم قدم پر ہماری راہ نمائی کرتے رہے اور جنکی ذاتی لگن اور محنت کی بدولت مشتہرین کی اس قدر نوازشات رہیں کہ میں اس گرانبار بوجھ کو اٹھانے کے قابل ہو سکا۔

میری رب العزت سے دعا ہے کہ ہر سال مجلّہ "ملن" اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ منظرِ عام پر آتا رہے اور امید کرتا ہوں کہ میرے رفقا اس روایت کو برقرار رکھیں گے اگر اس میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو تو معاف کیجیے گا۔

اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیئے تاکہ آئندہ ہماری کوشش اور بہتر ہو سکیں افرادِ جمعیت کے مضامین و منظومات سے آراستہ مجلّہ "ملن" آپ کی نذر ہے۔

دعاؤں کا طلب گار

طیب حمید

مدیر و نگرانِ اعلیٰ

Scanned with CamScanner

مجلس منتظمہ بزم ادب

محمد مظہر صدر

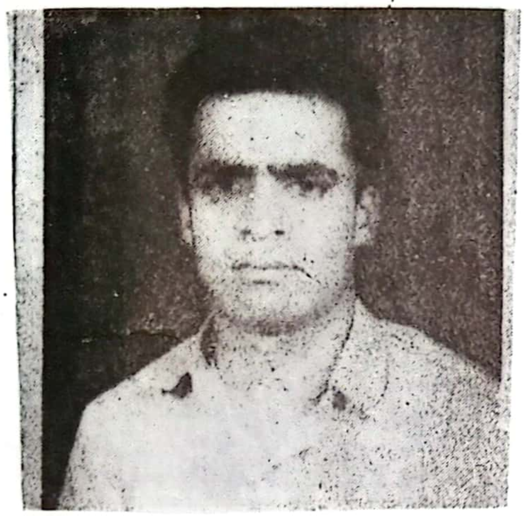

حسین الدین نائب صدر

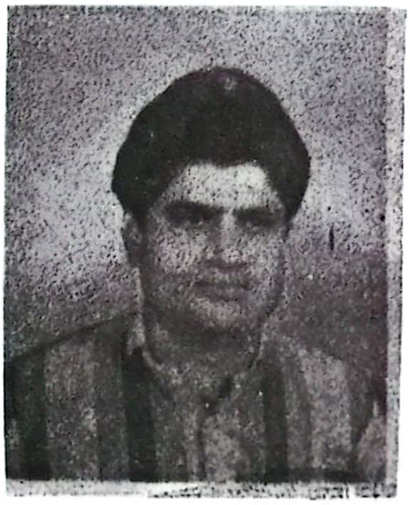

اقبال احمد جنرل سیکریٹری

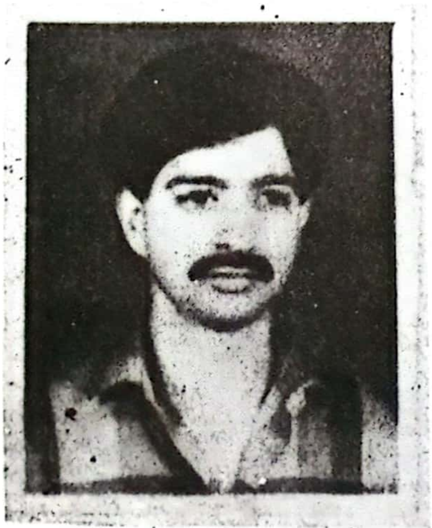

محمد خالد جوائنٹ سیکریٹری

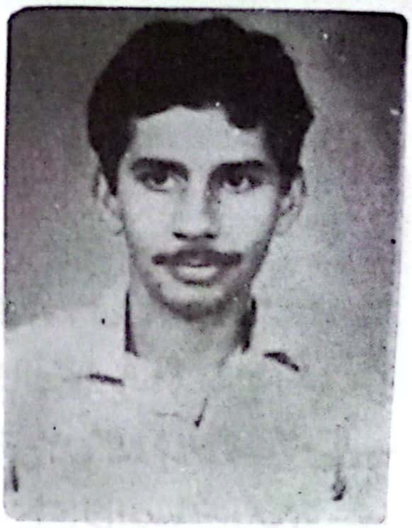

طیب حمید
لٹریری سیکریٹری

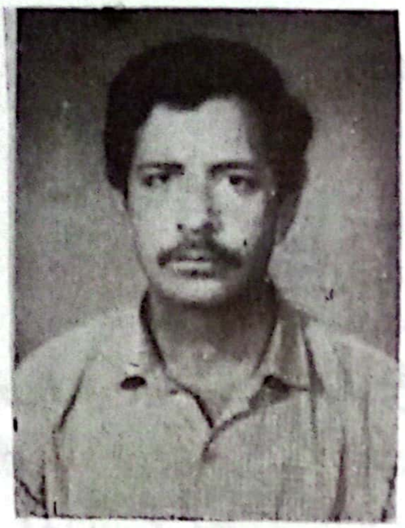

محمد نبیل اختر خازن

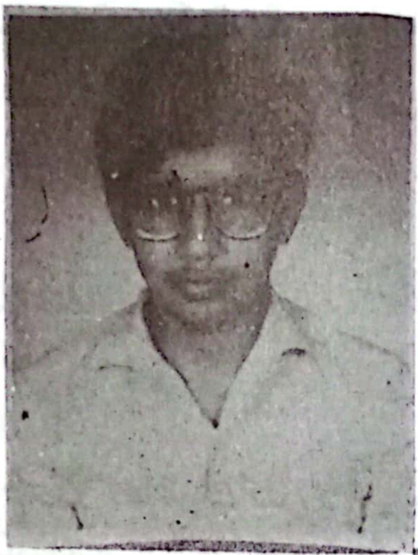

ہمایوں صادق پروگرام سیکریٹری

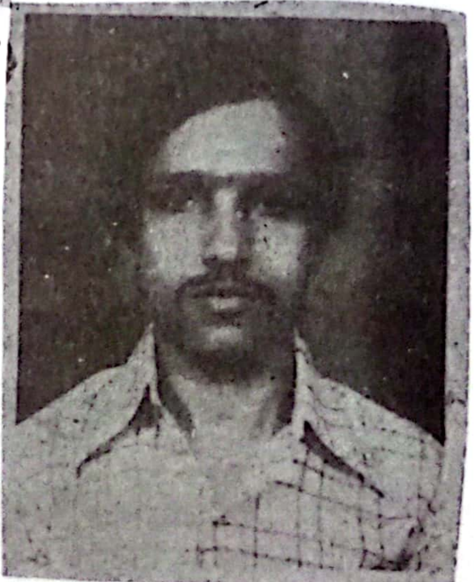

معراج الدین پروپیگنڈا سیکریٹری

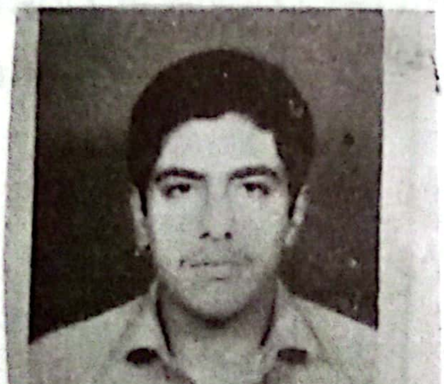

محمد عمران سوشل سیکریٹری

Scanned with CamScanner
CamScanner

اظہارِ تشکّر

حاضرین محفل

السلام علیکم

سب سے پہلے میں آپ کو عید کے اس پرمسرت موقع پر اس بزم میں خوش آمدید کہتا ہوں اور عید کی پرمسرت مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ماہِ صیام میں ہماری مصروفیات کا زیادہ تر وقت اس بزم کی تزئین و آرائش پر گزرا۔ آپ حضرات کے تعاون سے اپنی حتی الوسیع کوشش میں میں کہاں تک کامیاب رہا۔ یہ فیصلہ آپ خود فرمائیں۔ میں اس سلسلے میں معاونین کا جناب محمد عمران صاحب اور بالخصوص جناب محمد ایاز سابق صدر بزم ادب کا بے حد مشکور ہوں کہ ان کی قدم قدم پر راہ نمائی سے میں اس گرانبار بوجھ کو اٹھانے میں کامیاب ہو سکا علاوہ ازیں میں صدر و مجلس منتظم کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے میرے ساتھ حتی الامکان تعاون فرمایا۔

میں ان تمام بچوں اور ان کے والدین کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس بزم کو سجانے میں ہمارے ساتھ تعاون کیا۔

آخر میں میں تمام حاضرین محفل کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ آپ کا اپنا پروگرام ہے۔ ممکن ہے ہم سے کوئی کوتاہی ہو گئی ہو اس کے لیے آپ سے معذرت خواہ ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ اپنی قیمتی رائے سے نوازیں گے۔ شکریہ

ہمایوں صادق

پروگرام سیکریٹری

Scanned with CamScanner
CamScanner

عکسِ بزم

پروگرام کی ابتدا ________ ۷ بجکر ۳۰ منٹ

تلاوت کلام پاک
حمد باری تعالیٰ
نعتِ رسولِ مقبولؐ

مقابلۂ حسنِ قرآت ________ تعاون جناب حاجی حبیب احمد

مقابلۂ حمد و نعت ________ تعاون جناب ظفر احمد (چھالیہ والے)

تقریری مقابلہ ________ تعاون جناب محمد حنیف

مقابلۂ گیت و غزل ________ تعاون جناب امیر حسن جیلانی

تعارف سازینہ

عید ڈریسنگ شو

تعارف مجلس منتظمہ

رنگ ہی رنگ بزمِ ادب کے سنگ

نوٹ، واپسی کے لئے بسوں کا انتظام ہے۔

استقبالیہ کمیٹی

۱۔ چوہدری محمد ایوب قادری صاحب
۲۔ چوہدری مقیم الدین صاحب
۳۔ بابو محمد تقی صاحب
۴۔ محمد حنیف صاحب
۵۔ ضمیر الحسن صاحب
۶۔ منظور حسین صاحب
۷۔ حافظ محمد یاسین صاحب
۸۔ مقبول اختر فریدی صاحب
۹۔ عبدالخالق ذکائی صاحب
۱۰۔ افتخار صاحب
۱۱۔ ہمایوں اختر صاحب
۱۲۔ مصباح الدین صاحب
۱۳۔ امیر حسین جیلانی صاحب
۱۴۔ حسین احمد گلزار صاحب
۵۔ محمد آصف صاحب
۶۔ محمد ایاز صاحب

Scanned with CamScanner

جائزہ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج مجھے یہ موقع ملا کہ میں آپ بھائیوں کے سامنے بزم ادب کی موجودہ کارکردگی پر ایک جائزہ پیش کروں۔ یہ امر از خود ثابت ہو چکا ہے کہ بزم ادب کا پروگرام ہی وہ واحد ذریعہ ہے جو پوری برادری کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے میں بھرپور کردار ادا کرتا ہے اور برادری کا ہر شخص اس پروگرام میں شرکت کرنے کو اولیت دیتا ہے۔

اس سال ادارہ نے رکنیت سازی کی جو مہم شروع کی تھی اُس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے جس کا منہ بولتا ثبوت الیکشن والے دن افراد کی ریکارڈ موجودگی تھی تقریباً ۶۰ افراد جمعیت نے الیکشن پروگرام میں شرکت کی جو اس برادری کے لیے باعثِ فخر ہے۔

اس سال بزمِ ادب کے الیکشن مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۸۸ء کو قومی ہال میں منعقد ہوئے جس کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا جناب متین صاحب نے جناب حافظ یاسین صاحب کا نام بحیثیت الیکشن آفیسر تجویز کیا۔ جملہ افراد کی تائید پر سابقہ مجلسِ منتظمہ حافظ یاسین صاحب کو الیکشن آفیسر کے فرائض سونپ کر سبکدوش ہو گئی۔ حافظ یاسین صاحب نے اراکینِ بزم ادب سے نومنیشن فارم جمع کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ مقرّرہ وقت کے بعد ۵ منٹ اضافی فیصلہ پر نظر ثانی کیلئے دیے اس کے بعد مندرجہ ذیل افراد کا انتخاب عمل میں آیا۔

(۱) جناب مظہر اختر فریدی ولد مقبول اختر فریدی ---------- صدر بزمِ ادب

(۲) جناب حسین الدّین ولد حاجی رحیم الدّین ---------- نائب صدر

(۳) جناب اقبال احمد ولد نجم الدّین ---------- جنرل سیکریٹری

(۴) جناب محمّد خالد ولد عبدالمتین (مرحوم) ---------- جوائنٹ سیکریٹری

(۵) جناب طیّب حمید ولد جناب عبدالحمید (مرحوم) ---------- لٹریری سیکریٹری

(۶) جناب محمّد نبیل اختر ولد مقبول اختر فریدی ---------- خازن

(۷) جناب ہمایوں صادق ولد حافظ محمّد اظہار ---------- پروگرام سیکریٹری

(۸) جناب محمّد عمران ولد احمد حسن ---------- سوشل سیکریٹری

(۹) جناب معراج الدّین ولد شجاع الدّین ---------- پروپیگنڈہ سیکریٹری

Scanned with CamScanner

منتخب مجلسِ منتظمہ بزم ادب ۸۹ - ۱۹۸۸ء کا اجلاس مورخہ ۲۲ مارچ کو رات دس بجے قومی ھال میں منعقد ہوا جس میں بزم ادب کے پروگرام کیلئے آئندہ کا لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ اس سال اراکینِ مجلس نے کچھ اہم فیصلے کیئے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱)___ اس سال رقوم کی وصولیابی کا آغاز ماہِ رمضان سے قبل کیا جائے۔

(۲)___ اراکین و افراد جمعیت ساکن حیدرآباد کیلئے ایک خصوصی بس چلائی جائے جس سے ان افراد کی بزم ادب میں شمولیت کو یقینی بنایا جائے اور اس کا دائرہ عمل حیدرآباد تک وسیع کیا جائے۔

(۳)___ مجلہ ملن کی اشاعت دوبارہ شروع کی جائے۔

ہمیں خوشی ہے کہ اراکین جمعیت کراچی و حیدرآباد نے ہمارے ہر فیصلے پر خراج تحسین پیش کیا اس سلسلے میں ہم نے جن افراد سے بھی رائے لی اُن سب نے حوصلہ افزائی کی۔

اس فیصلہ کو قابل عمل بنانے کیلئے میں جناب مظہر اختر فریدی صدر مجلس منتظمہ بزم ادب کا بہت شکر گذار ہوں کہ انہوں نے میرے ساتھ حیدرآباد جاکر اس کام کو آسان بنایا اور ہم نے وہاں ایک سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی جنکے نام حسب ذیل ہیں۔ (۱) نعیم الدّین صاحب (۲) جمیل احمد صاحب اور (۳) جناب خلیق ذکائی صاحب۔ حیدرآباد کے اس پروگرام کی ذمہ داری جناب نعیم الدّین صاحب کو سونپی گئی اور باقی معاونین حضرات نے پروگرام کو کامیاب بنانے میں پورا پورا تعاون کیا۔

سالِ گذشتہ کراچی و حیدرآباد کے نسلی فسادات کی وجہ سے جو قومی بحران پیدا ہوگیا تھا اُس نے اسوقت ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کردیا کہ آیا بزم ادب کا انعقاد ہماری قوم کے افراد بالخصوص خواتین کیلئے خطرناک تو ثابت نہیں ہوسکتا۔؟ جوں جوں عید قریب آرہی تھی بدامنی کی کیفیت مسلسل بڑھ رہی تھی یہ سوچ کر مجلسِ منتظمہ بزم ادب نے سینئر ارکانِ مجلسِ منتظمہ بزم ادب جن میں (۱) بھائی حبیب سرپرست اعلیٰ بزم ادب، (۲) بھائی عبدالخالق صاحب سابق صدر بزم ادب (۳) جناب امیر حسن صاحب سابق صدر، (۴) جناب بھائی حنیف صاحب سابق صدر، (۵) بھائی ضمیر الحسن صاحب سابق صدر، (۶) بھائی عاشقین صاحب سابق صدر، (۷) بھائی مقبول اختر فریدی صاحب سابق سرپرست اعلیٰ اور دیگر معززین برادری کی رائے لینے کے بعد بزم ادب سال ۱۹۸۸ء کو منسوخ کرنے کا فیصلہ کیا اور ہمیں خوشی ہے کہ برادری کے ہر [illegible] نے اس فیصلہ کی تائید کی۔

میں بھائی حبیب صاحب کا بے حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ہماری مختلف موقعوں پر رہنمائی کی اور ہمیشہ ہمیں اپنے بچّوں کی طرح سمجھا اور ہمارے حوصلے بلند کیے۔

ہمیں افسوس ہے کہ بھائی حبیب نے گذشتہ سال اپنے داماد شکیل صاحب کا داغِ مُفارقت دیکھا۔ میں تمام مجلس منتظمہ بزم ادب کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ مجلسِ منتظمہ بزم ادب بھائی حبیب صاحب کے اس غم میں برابر کی شریک ہے۔

بزم ادب کے پروگرام کے انعقاد میں اس سال اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ ہر طبقۂ فکر کے لوگ اس سے محظوظ ہوں اور کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ پانچ گھنٹے کے مجوزہ پروگرام میں ساڑھے تین گھنٹے صرف اس بات کیلئے مخصوص کیے گئے ہیں کہ

Scanned with CamScanner

ہماری برادری کی کارکردگی خواہ کسی پلیٹ فارم پر ہو اسکو سامنے لایا جائے ۔ اس پروگرام کی کامیابی آپ حضرات کی پروگرام میں شمولیت پر ہے ۔ اسی لیے ادارہ بزم ادب اس بات کی پوری امید رکھتا ہے کہ اس پروگرام میں آپ کی شرکت محض جزوی نہیں بلکہ پورے پروگرام کا ایک حصّہ ہوگی ۔ اس سلسلے میں اگر ہماری طرف سے کوئی کوتاہی ہو جائے تو ہمیں چھوٹا بھائی سمجھ کر معاف کر دیجئیے گا ۔

آخر میں ایک بات کہتا چلوں کہ کسی بھی قوم کے بارے میں اگر کوئی رائے قائم کی جاتی ہے تو وہ صرف اس کے ڈسپلن کو دیکھ کر کی جاتی ہے ۔ یہی وہ بات ہے جو ہمیں زیادہ شائستہ اور مہذب رکھتی ہے ۔ اس لیے افرادِ جمعیت سے میری مؤدبانہ درخواست ہے کہ نظم وضبط قائم رکھنے کے سلسلے میں ہم سے بھرپور تعاون کریں تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو اور آپ بھی مطمئن رہیں ۔

شکریہ ۔ ۔ !

اقبال احمد ولد نجم الدّین

جنرل سیکریٹری ،

مجلس منتظمہ بزم ادب کراچی

Scanned with CamScanner

نوبل پرائز

طیب حمید

۲۱ اکتوبر ۱۸۳۳ء کو اسٹاک ہوم میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام الفریڈ نوبل رکھا گیا۔ نوبل کا باپ ایک بہت بڑا تاجر تھا اسکی اپنی جہاز بنانے کی فرم تھی۔

نوبل بچپن ہی سے بیمار رہنے لگا۔ نو سال کی عمر میں والدین اسے اپنے ساتھ روس لے گئے جہاں اُسکی صحت بہتر ہو گئی اب وہ اپنے والد کے ورکشاپ میں کام کرنے لگا۔

نوبل نے بیس سال کی عمر تک جرمنی، فرانس، انگلینڈ اور امریکہ میں تعلیم حاصل کی اور پھر اپنے والدین کے ساتھ اسٹاک ہوم واپس آگیا۔

یہاں اُس نے بارود کی طرح پھٹنے والے مادے پر تحقیقات کا کام شروع کیا یہ بڑا خطرناک کام تھا۔ ایک بار تجربے کے دوران پوری لیبارٹری اُڑ گئی۔ اس حادثہ میں اُس کا بھائی بھی ہلاک ہو گیا۔ حکومت نے نوبل کو اسٹاک ہوم میں تجربات کرنے سے منع کر دیا لیکن نوبل نے ہمت نہیں ہاری ایک کشتی کرایہ پر لی اور شہر سے باہر ایک جھیل میں تجربات کا سلسلہ جاری رکھا۔

اس جہدِ مسلسل کا ثمرہ ۱۸۸۶ء میں حاصل ہوا جب نوبل نے "ڈائنامائٹ" دریافت کر لیا اسکے چند سالوں بعد وہ دھواں نہ دینے والا طاقتور بارودی مسالا ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

نوبل کی یہ تحقیقات اس درجہ کامیاب ثابت ہوئی کہ اُس کی زندگی کے آخری دس سالوں میں اُسکی فیکٹری میں بارہ ہزار آدمی کام کرتے تھے۔ اُس نے اپنی دریافت کی بنا پر بے انتہا دولت کمائی۔ اُس نے شادی نہیں کی تھی اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ مرنے کے بعد اسکی دولت رشتہ داروں میں تقسیم ہو جائے۔

چنانچہ اُس نے اپنے رشتہ داروں کو اپنی دولت سے محروم کرنے کیلئے ایک نیا ہی مصرف سوچا۔

۱۰ دسمبر ۱۸۹۶ء میں جب اُس کا انتقال ہوا تو اُس نے ۲۰ لاکھ پونڈ دولت چھوڑی تھی جس سے اُسکی وصیت کے مطابق ایک فنڈ قائم کیا گیا اور اس رقم سے ہر سال جو منافع ملے وہ پانچ انعامات کی شکل میں تقسیم کر دیا جائے یہ انعامات نوبل پرائز کہلاتے ہیں۔

ان میں چار انعامات ایسے لوگوں کو دیے جاتے ہیں جنہوں نے پچھلے بارہ مہینوں میں فزکس، کیمسٹری، ادویات اور ادب میں کوئی نیا کام کیا ہوا۔

پانچواں انعام "امن کا انعام" کہلاتا ہے یہ اس شخص کو دیا جاتا ہے جس نے امن قائم رکھنے کیلئے کوئی اہم کام کیا یا اہم خدمت انجام دی ہو

انعامات کی تقسیم کیلئے امن کمیٹیاں قائم ہیں جو

Scanned with CamScanner
CamScanner

مختلف ناموں پر غور کر کے انعامات کا فیصلہ کرتی ہیں۔ ان انعامات میں کسی مذہب، ملک یا قوم کا امتیاز نہیں برتا جاتا انعام پانے والے کو ایک سند ملتی ہے جن میں اُن کے کارہائے نمایاں کا تذکرہ ہوتا ہے۔ اور ایک سونے کا تمغہ جس کا وزن ۱۰ اونس ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بارہ ہزار پونڈ کی رقم نقد دی جاتی ہے۔

یہ انعامات ہر سال ۱۰ دسمبر کو (یعنی الفریڈ نوبل کی تاریخ وفات کے دن) دیے جاتے ہیں۔

فکرِ آخرت

از:۔ اہلیہ حافظ محمد اظہار صاحبہ

یہ الفاظ پڑھنے میں تو بہت مختصر ہیں لیکن اس کے معنی بہت وسیع ہیں کہ اس کو لکھنے میں انسان پوری زندگی بھی صرف کرے تو بھی مکمل نہ ہو سکے۔ پھر بھی مختصر تحریر کرتی ہوں اللہ پاک اس نیکی کو قبول فرمائے اور غلطیوں کو درگزر فرمائے (آمین)

اللہ پاک کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمکو مسلمان بنایا اور کلمہ کی دولت سے نوازا۔

اصل میں ہم نے اس کلمہ کی حقیقت کو آج تک نہ سمجھا کیونکہ یہ ہمکو ورثہ میں ملا ہے اس پر ہم نے کوئی محنت نہیں کی۔

انسان کی فطرت ہے کہ جس چیز پر اپنی قوت، جان و مال لگائے گا اور وقت صرف کریگا اسی کی قدر و قیمت اُس کے دل میں ہوگی۔

آج ہم نے کلمے کی محنت کو چھوڑ دیا ہے اسی لیے آخرت کی فکر ہمارے دلوں میں سے نکلتی جارہی ہے۔ اگر ہم آخرت کی ایک فکر کو اپنے دل میں بسالیں تو ہماری نظر میں دنیا کی تمام فکریں ہلکی ہوجائیں

کلمہ پڑھنے کے بعد مسلمان آزاد نہیں اس نے اللہ سے عہد کرلیا کہ میں آج سے اپنی تمام زندگی تیرے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق بسر کرونگا۔ اتنی بڑی خدا کی ذات سے عہد کرنے کے بعد ہم خود ہی اپنی زندگی پر غور کرلیں کہ ہم کس حد تک اس عہد سے عہدہ برآ ہوئے ہیں۔ اگر ہم نے صدقِ دل سے خود اپنا محاسبہ کرنے کی عادت ڈال لی تو ہماری آخرت جو ہم سے بہت قریب ہے خود ہی سدھرتی چلی جائے گی۔

حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو چند نصیحتیں کی تھیں اس میں یہ بھی کہا تھا کہ

"بیٹے! جب تم گناہ کرنا چاہو تو جہاں اللہ اور اس کے فرشتے نہ دیکھیں ایسی جگہ تلاش کرلینا۔ اور گناہوں پر اتنی ہی جرأت کرنا جتنا جہنم میں جلنے کا حوصلہ ہو۔"

یہ دنیا ہی آخرت کی کھیتی ہے اگر ہم اس کو اللہ اور اسکے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق استعمال کریں تو یہ ذریعہ نجات ہے

حدیث میں یوں آتا ہے کہ "کسی نیکی کو چھوٹا سمجھ

Scanned with CamScanner

کر نہ چھوڑو نہ معلوم وہی اللہ کو پسند آجائے اور وہ نجات کا ذریعہ بن جائے اور کسی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر نہ کرو کہ نہ معلوم وہی پکڑ کا ذریعہ بن جائے۔"

اللہ پاک نے ہمیں اس دنیا میں بہت مختصر وقت کیلئے بھیجا ہے۔ اگر اس دنیا میں ہم اللہ کے حکموں کے مطابق چلتے رہے اللہ ان کیلئے جو آخرت کی فکر کرنے وعمل پیرا ہوتے والے ہیں ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی کیلئے قرآن پاک میں وعدے فرمارہے ہیں اور اپنے مقرب بندوں کیلئے جنت میں ایسی چیزیں تیار کیں ہیں جسکو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا۔ ارشاد ہے (ترجمہ)

"اے ایمان والو! کیا تم کو میں ایسی سوداگری بتاؤں جو تمکو ایک دردناک عذاب سے بچائے تو تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں تم اپنے جان ومال سے جہاد کرو یہ تمھارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تمکو وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہونگی اور عمدہ مکان جو ہمیشہ رہنے کیلئے ان باغوں میں ہونگے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور ایک اور بھی ہے تم اس کو پسند کرتے ہو اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتح یابی۔ آپؐ مومنین کو بشارت دے دیجئیے۔"

(سورۂ صف، ع ۲)

اگر ہم تمام دن میں تھوڑا سا وقت فارغ کرکے سکون سے بیٹھ کر آخرت میں آنے والی منزلوں پر غور کریں کہ کتنی منزلوں سے گذرنا ہے۔ ملک الموت، قبر کی منزل، حشر کی منزل، پل صراط کی منزل ان سب منزلوں سے گذرنا ہے۔ سوچیں کہ آج تک ہم نے اس کیلئے کیا تیاری کی؟ اعمال صالح کرکے رحمت کی امید کرنی چاہیے۔

آجکل ہم مسلمان جن حالات سے گذر رہے ہیں یہ اپنے ہی اعمالوں کا نتیجہ ہے۔ جیسے ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ کے پاس جاتے ہیں ویسے ہی وہاں سے فیصلے آتے ہیں۔

آج سے ہر شخص اللہ پاک سے انفرادی توبہ کرے تاکہ امن سلامتی اور خیر کے فیصلے آئیں۔

ایک جگہ حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں۔

"نیکیوں کا حکم کرتے رہو اور برائیوں سے روکتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط فرمائے گا جو تمہارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور تمہارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اُس وقت تمہارے برگزیدہ لوگ دعا کریں تو قبول نہ ہوگی تم مدد چاہوگے تو مدد نہ ہوگی۔ تم مغفرت چاہوگے تو مغفرت نہ ہوگی۔"

آخر میں دعاگو ہوں کہ اللہ پاک ہم سب کو اور پوری امتِ مسلمہ کو ہدایت کے راستے پر ڈال دے آخرت کی فکر کرنے اور اسکو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

Scanned with CamScanner

قومی شفاخانہ

ایک جائزہ

آج کل کے دور میں جب ہر شخص اپنے کاروبار ومعاملات میں بے حد مصروف ہے اور قومی خدمت کے لئے وقت نکالنا بیحد مشکل ہے۔ قومی شفاخانہ کا قیام اور گزشتہ آٹھ سال سے خوش اسلوبی کے ساتھ جاری رہنا ایک عظیم کارنامہ اور قومی خدمت ہے اور اس سلسلے میں متعلقہ ذمہ دار حضرات قوم کے محسن ہیں اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔

قومی شفاخانہ سنہ ۱۹۸۰ء میں رنچھوڑ لائن کے گنجان علاقے عیدگاہ روڈ پر قائم ہوا تھا۔ حکیم محمد سعید صاحب چیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن نے افتتاح فرمایا۔ ڈاکٹر فریدالدین بقائی صاحب قومی شفاخانہ کے پروجیکٹ کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ اور ان کی ہی زیرِ نگرانی ڈاکٹر صاحبان اور دیگر اسٹاف کا تقرر کیا گیا۔ صورتِ حال یہ ہے کہ صبح وشام ڈاکٹر صاحبان مطب کرتے ہیں۔ کمپوڈر باقاعدہ ملازم ہیں۔ ادویات کوشش کرکے رعایتی نرخوں پر خریدی جاتی ہیں۔ کچھ ادویات بطورِ عطیہ بھی موصول ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحبان، کمپوڈر اور دیگر اسٹاف کی تنخواہوں، ادویات کی قیمت اور دیگر متفرق اخراجات پر تقریباً چار روپے فی مریض خرچہ آتا ہے جبکہ مریض سے ہر پرچی پر صرف دو روپے وصول کئے جاتے ہیں۔ البتہ اگر انجکشن لگانے کی ضرورت ہو تو انجکشن لگانے کی صرف فیس لی جاتی ہے۔ آجکل کے دور میں ایلوپیتھی طریقہ علاج میں اتنا سستا علاج ہر خاص وعام کو مہیا کرنا ایک شاندار کارنامہ ہے۔

مجھے قومی شفاخانہ کے گزشتہ ڈھائی سال یعنی یکم جولائی سنہ ۱۹۸۵ء سے ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۸۷ء تک کی رپورٹ اور آمد و خرچ کے حسابات کے مطالعہ کا موقع ملا۔ جس سے میں بے حد متاثر ہوا۔ ان ڈھائی سالوں میں تقریباً ستاون ہزار مریض قومی شفاخانہ کے علاج سے مستفیض ہوئے۔ جو اوسطاً ۶۳ مریض یومیہ ہے کل اخراجات بمعہ تنخواہ ڈاکٹر صاحبان وقیمت ادویات -/۳۰، ۷، ۲۱۲ ہیں جس میں ادویات کی قیمت =/۰۰۰، ۵۲ Rs شامل ہے۔ اس دوران میں یعنی پچھلے ڈھائی سالوں میں پرچی اور انجکشن لگانے کی فیس کی مد میں تقریباً =/۵۰۰، ۷۶، ۱۸۱ وصول ہوئے۔ اس طرح ڈھائی سال میں تقریباً -/۱۰۰۰ Rs ۱۸ کا خسارہ ہوا جو اوسطاً -/۴۰۰، ۱۸ ماہانہ ہوتا ہے۔

قومی شفاخانہ کا یہ خسارہ قوم کے مخیر حضرات کے تعاون سے پورا کیا جارہا ہے۔ اس سلسلہ میں جناب جواد حسین اعجازی صاحب کا تعاون بڑا گرانقدر ہے۔ شفاخانہ کے قیام کے وقت سے ہی آپ بڑے بھرپور انداز میں مالی تعاون کررہے ہیں۔ انتظامی امور میں جناب چودھری مقیم الدین صاحب کی خدمات بڑی قابلِ ستائش ہیں۔ آپ اپنی ذاتی وکاروباری مصروفیات کو پسِ پشت ڈال کر شفاخانے

Scanned with CamScanner

کے انتظامی امور کی نگرانی ذاتی توجہ سے کرتے ہیں۔ اسی طرح جناب محمد مبین صاحب اور جناب عبدالخالق ذکائی صاحب انتظامی معاملات میں بڑے سرگرم ہیں اور شفاخانے کے حساب کتاب اور مالی امور میں بڑی ذمہ داری سے قومی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر فریدالدین لقائی صاحب گاہے لگاہے شفاخانہ کا معائنہ کرتے رہتے ہیں اور جب بھی ضرورت ہو اپنے مفید مشوروں سے نگرانی و سربراہی کرتے رہتے ہیں۔

پوری قوم ان حضرات کی احسانمند ہے جنھوں نے بے لوث اور مسلسل خدمت سے ایک درخشاں مثال قائم کی ہے۔ قومی شفاخانہ کی اس کامیاب ابتدائی تجربہ کے بعد یہ تجویز یقیناً قابلِ غور ہے کہ اس کا دائرہ وسیع کیا جائے اور شفاخانہ کی دو شاخیں احبابِ صادق ہال اور دہلی حکیمان کمیونٹی سینٹر میں بھی قائم کی جائیں۔

(محمد حنیف)

بزم ادب سنہ ۱۹۸۷ء بمطابق سنہ ۱۴۰۷ھ کے پروگرام کی جھلکیاں
بزم ادب کے پروگرام کو ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے پسند کیا۔

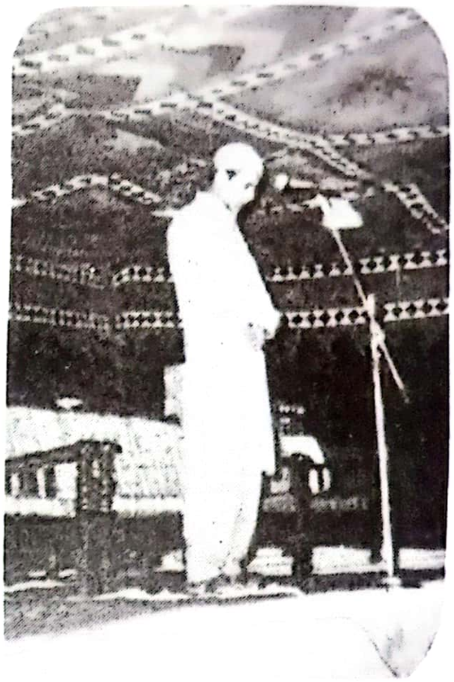

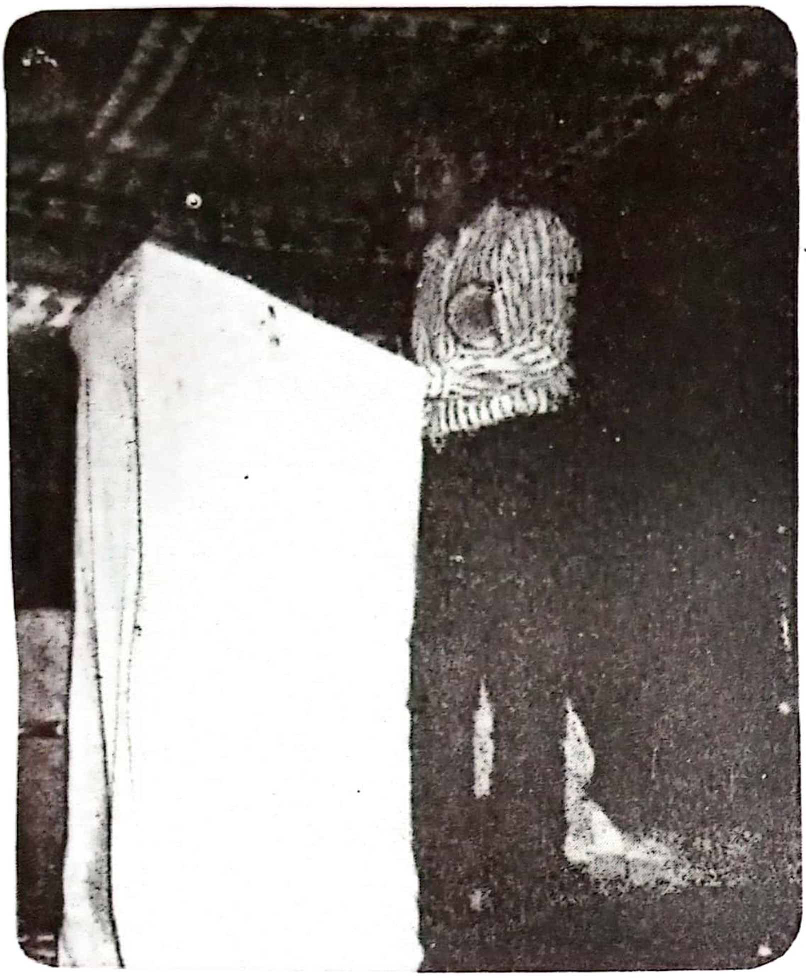

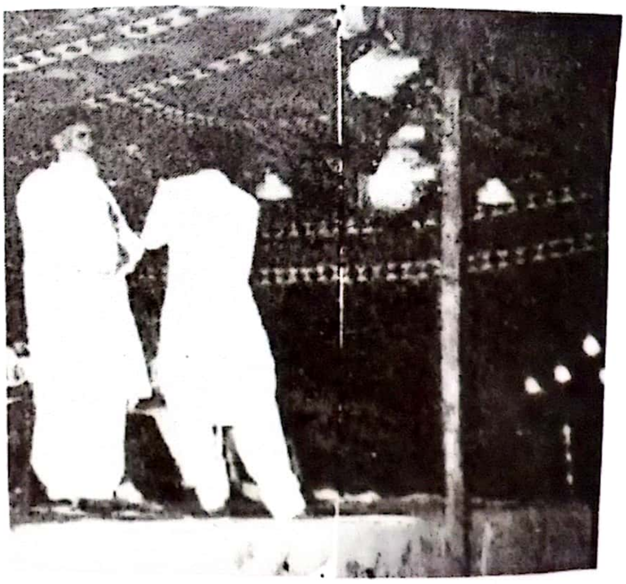

مہمان گرامی صدر بزم ادب (دہلی) ہندوستان جناب اسلام الدین بزم ادب کراچی سے مخاطب ہیں۔

سرپرست اعلیٰ جناب حبیب احمد حاضرین محفل سے خطاب کر رہے ہیں

Scanned with CamScanner

چودھری محمد ایوب قادری

سامعین سے خطاب کر رہے ہیں۔

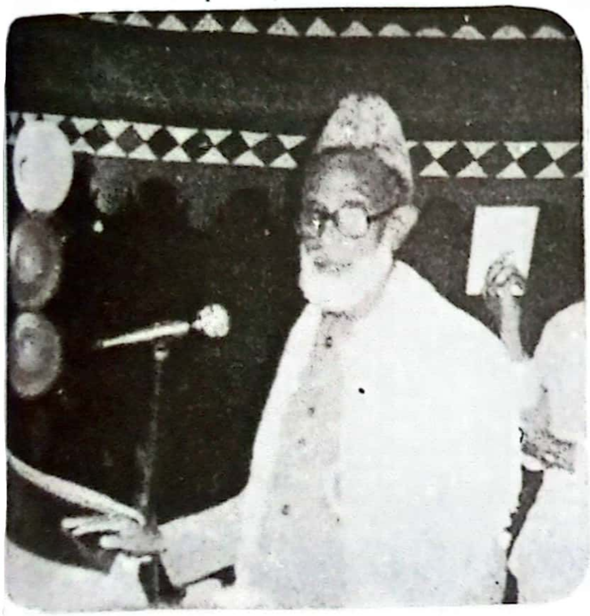

چودھری مقیم الدین

حاضرین محفل سے مخاطب ہیں

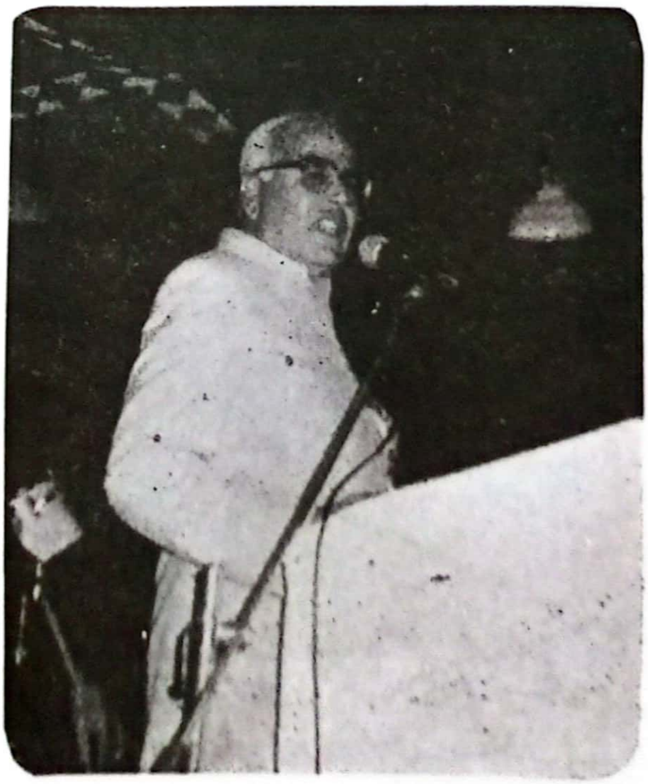

صدر مجلس انتظامیہ اعلیٰ

جناب محمد تقی قوم سے مخاطب ہیں۔

Scanned with CamScanner CamScanner

ٹیبلو میں بچوں نے بھرپور انداز میں حصہ لیا

خواتین بھی پروگرام سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہی ہیں۔

Scanned with CamScanner

جناب منظور حسین، جناب مقبول اختر فریدی قوم جناب محمد عاشقین جج کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مقابلہ حسن قرأت کے شرکاء

سعدالدّین ولد انوار الدّین

حافظ عمادالدّین ولد انوار الدّین

عزیز احمد ولد انیس احمد

Scanned with CamScanner
CamScanner

تقریری مقابلہ
تعلیم نسواں کی افادیت

جناب عبدالخالق ذکائی صاحب، جناب نثار احمد قدسی، جناب ضمیر الحسن اور جناب محی الدین صاحب جج کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

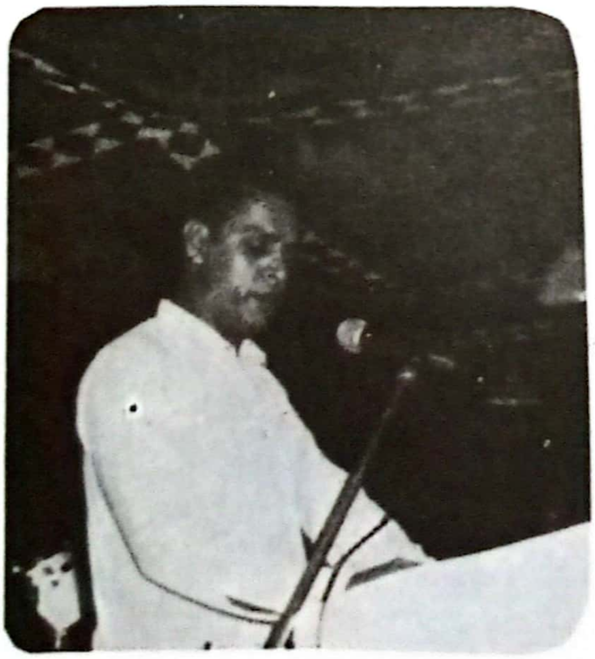

Scanned with CamScanner

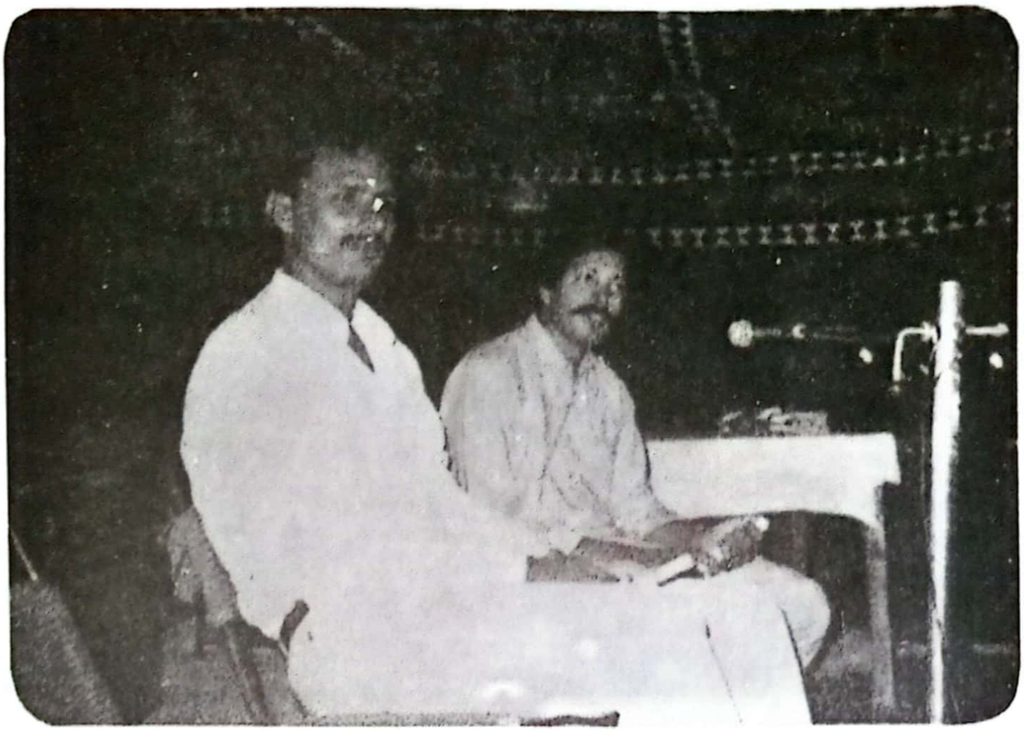

قومی باسکٹ بال ٹیم کے کھلاڑی اور حبیب بینک باسکٹ بال ٹیم کے کیپٹن جناب محمد اعظم
جے. پی. ایم. سی. ہاؤس ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کے صدر اور
اور کراچی ڈاکٹرز ایکشن کمیٹی کے ممبر ڈاکٹر محمدؐ بلال پروگرام "بات چیت" میں

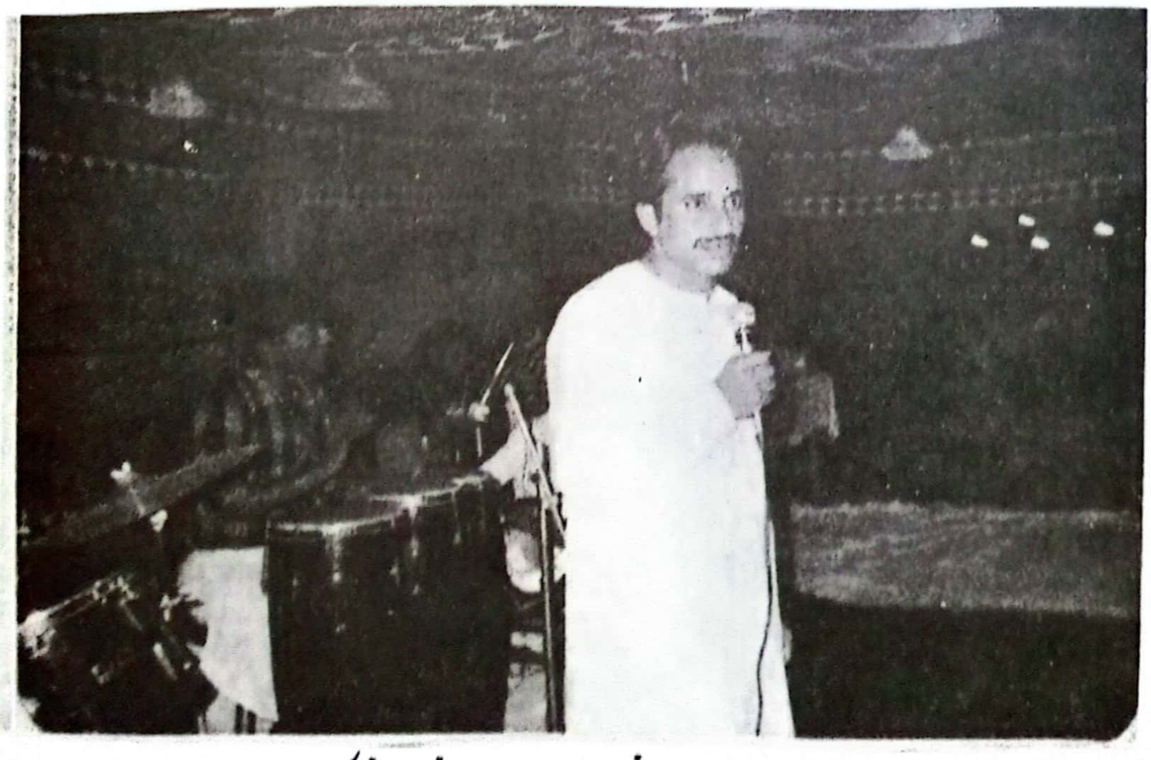

برادری کے گلوکار جناب دانش نے اپنا بہترین فن پیش کیا

Scanned with CamScanner

ٹیبلو کے دو کردار

برادری کے محمد فہیم اپنے فن کا
بہترین مظاہرہ کر رہے ہیں

سامعین کے لطف اندوز ہونے کی چند تصاویر

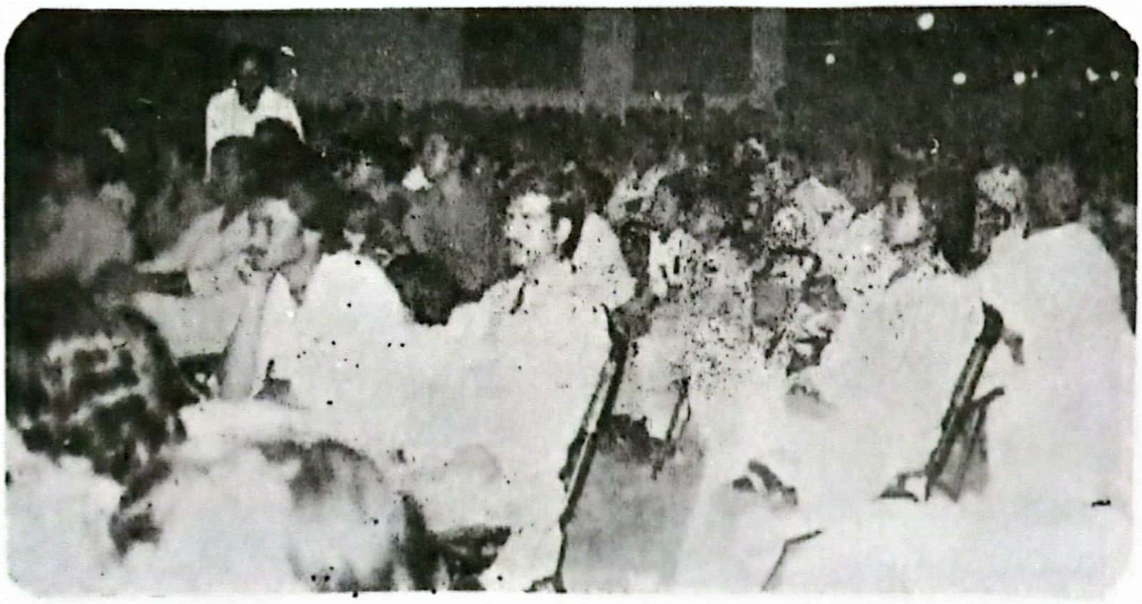

Scanned with CamScanner

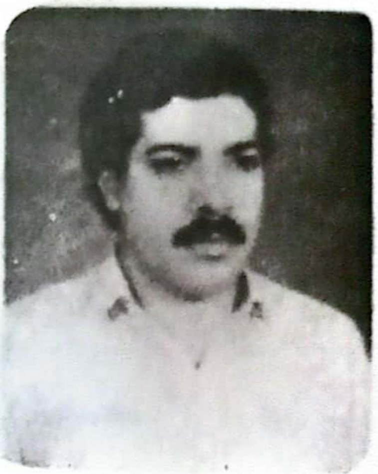

شیخ انوار الحسن (مرحوم) کے صاحبزادے محمد شعیب نے جون ۱۹۸۱ء میں سیبا گائیگی (پاکستان) لمیٹڈ میں شمولیت اختیار کی اور اپنی صلاحیتوں کی بنا پر ایک ہی سال میں سیلز پرموشن آفیسر سے ترقی کر کے پرموشن اسپیشلسٹ آفیسر ہو گئے۔

یوں تو محمد شعیب ملٹی نیشنل کمپنی سیبا گائیگی (CIBA-GEIGY) سے متعدد انعامات وصول کر چکے ہیں مگر سال ۱۹۸۷ء میں اعلیٰ کارکردگی کا سب بڑا اعزاز حاصل کر کے انہوں نے اپنی کمپنی میں نمایاں مقام حاصل کر لیا ہے۔ بین الاقوامی کمپنی سیبا گائیگی (CIBA-GEIGY) کی تاریخ میں محمد شعیب کراچی سے تعلق رکھنے والے پہلے شخص تھے جنہوں نے یہ اعزاز حاصل کیا ہے کیونکہ کراچی کا ہدف دوسرے تمام شہروں کے مقابلے میں بہت ہی زیادہ اور مشکل ہوتا ہے۔

۷ اپریل ۱۹۸۸ء کو ہوٹل تاج محل کراچی میں ایک پر وقار تقریب میں محمد شعیب کو سیبا گائیگی (پاکستان) لمیٹڈ کی طرف سے کل پاکستان بنیاد پر "حسن کارکردگی" کے اعزاز سے نوازا گیا جس میں پھولوں کی باسکٹ میں سوئٹزرلینڈ کا واپسی کا ٹکٹ اور دس ہزار روپے نقد کے ساتھ ایک سند بھی عطا کی گئی۔

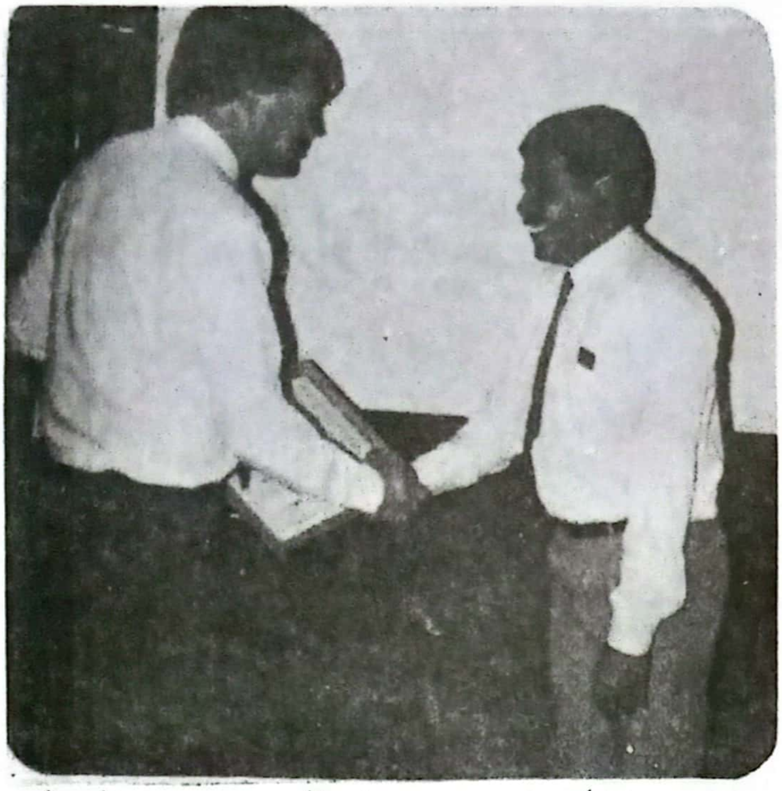

ہوٹل تاج محل کراچی میں ہونیوالی ایک تقریب میں جناب اسٹین برگ (ڈویژنل منیجر) سیبا گائیگی جناب محمد شعیب کو سال ۱۹۸۷ء میں اعلیٰ کارکردگی کی سند دے رہے ہیں۔

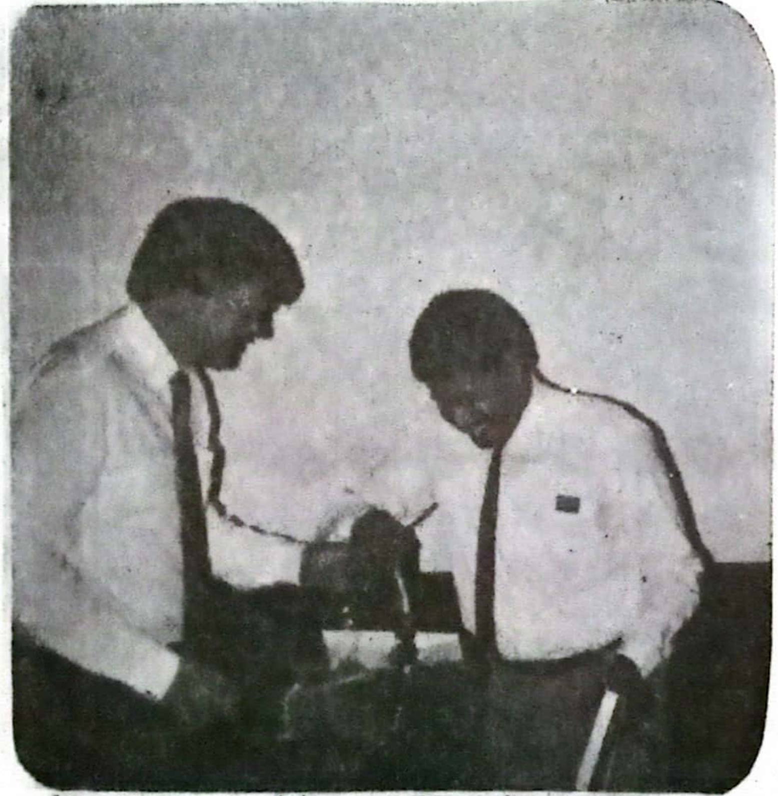

جناب اسٹین برگ (ڈویژنل منیجر) سیبا گائیگی کی طرف سے محمد شعیب کو پھولوں کی باسکٹ میں سوئٹزرلینڈ کا واپسی ٹکٹ اور دس ہزار روپے نقد (لفافے میں) پیش کر رہے ہیں۔

Scanned with CamScanner
CamScanner

"پاکستان کا مردِ بحران"

سعادت حمید
بی۔ای۔ سالِ آخر

پاکستان نے کھیلوں کے حوالے سے کئی بڑے نام پیدا کئے ہیں۔ جنہوں نے ساری دنیا میں شہرت پائی اور ملک کا نام روشن کیا۔ کھیل چاہے ہاکی کا ہو یا کرکٹ کا۔ اسکواش کا ہو یا کشتی رانی کا پاکستان نے چند کھلاڑیوں کے توسط سے شہرت پائی۔

دنیا میں اگر کہیں بھی ہاکی کی تاریخ لکھی جائے گی تو اس میں رشید جونیئر، تنویر ڈار، نصیر بندہ، شہناز شیخ، حنیف خان، اصلاح الدین، منور زماں اور حسن سردار کے نام سنہری حروف میں لکھے جائیں گے اور اگر اسکواش کا ذکر ہوگا تو روشن خان، ہاشم خان قمر زماں، جہانگیر خان اور جان شیر خان سرفہرست ہوں گے۔ اگر بات کشتی رانی کی ہوگی تو بہرام آواری کا نام آئے گا۔ اور اگر موضوع کرکٹ ہو تو فضل محمود حنیف محمد، امتیاز احمد، ماجد خان، مشتاق محمد، آصف اقبال، ظہیر عباس، وسیم باری اور عمران خان کا تذکرہ ہوگا۔

لیکن ایک نام جس کے بغیر پاکستان کرکٹ کی تاریخ بلکہ دنیائے کرکٹ کی تاریخ بھی ادھوری ہوگی جاوید میانداد کا ہے۔ جاوید میانداد ایک درخشاں ستارے کی طرح ستر کے درمیانی سال میں کرکٹ کے افق پر نمودار ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی چکا چوند روشنی سے اُس وقت کے موجودہ تمام ستاروں کی روشنیاں اس کے آگے ماند پڑ گئیں۔ اس کے بلے سے ابلنے والا رنز کا سیلاب جو ۱۹۷۶ء سے شروع ہوا تھا آج تک اُسی فراوانی سے جاری ہے۔ جاوید نے جون ۱۹۵۷ء میں کراچی میں آنکھ کھولی اور اسی شہر کی گلیوں میں اپنی کرکٹ کو پروان چڑھایا، کون جانتا تھا کہ فیڈرل بی ایریا کی گلیوں میں کھیلنے والا یہ لڑکا ایک دن بہت بڑا کرکٹر بن کر اپنے ملک کا نام روشن کرے گا۔ جاوید نے ۷۷-۱۹۷۶ء میں ۱۹ برس کی عمر میں نیوزی لینڈ کے خلاف لاہور میں ۱۶۳ رنز بنا کر اپنے ٹیسٹ کیریئر کا دھواں دھار آغاز کیا اور اسی سیریز کے تیسرے اور آخری ٹیسٹ میں جو کراچی میں کھیلا گیا۔ جاوید نے ۲۰۶ رنز بنائے۔ یہ سب سے کم عمر میں ٹیسٹ میں ڈبل سنچری کا عالمی ریکارڈ ہے۔ اُس وقت میانداد کی عمر صرف ۱۹ برس تھی۔ میانداد نے اپنی اُس اولین سیریز میں ۵۰۴ رنز بنائے۔ جاوید میانداد کے بارے میں مشہور ہے کہ میدان چاہے پاکستان کا ہو یا انگلستان کا، انڈیا کا ہو یا آسٹریلیا کا، نیوزی لینڈ کا ہو یا غرب الہند کا جاوید کے بلے سے ہمیشہ رنز ہی ابلتے رہے ہیں۔ ایک روزہ کرکٹ ہو یا پانچ روزہ ٹیسٹ جاوید کے اعتماد اور اطمینان میں فرق نہیں آتا۔ مخالف ٹیم کی فتح کی راہ میں حائل آہنی رکاوٹ جاوید جب تک کریز پر موجود ہوتے ہیں۔ مخالف ٹیم کا کپتان اور بالرز سکون کا سانس نہیں لیتے ان کی بیٹنگ کی خاص بات یہ ہے کہ وہ ہمیشہ صورت حال دیکھ کر کھیلتے ہیں۔

اگر ایک روزہ کرکٹ ہو تو وہ پہلے ایک ایک، دو دو رنز لے کر اسکور بڑھاتے ہیں اور جب جم جاتے ہیں تو چوکے اور چھکے لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ جبکہ ٹیسٹ کرکٹ میں وہ اسی کے حساب سے آرام سے کھیلتے ہیں۔

جاوید میانداد نے تن تنہا اپنی بیٹنگ سے پاکستان کو کئی میچیز جیتوائے ہیں۔ اور کئی میچوں میں شکست کا رخ ڈرا کی جانب موڑا ہے۔ اسی لئے ان کو پاکستان ٹیم کا مرد بحران کہا جاتا ہے۔ سنہ ۱۹۸۳ء میں بھارت کے خلاف حیدر آباد ٹیسٹ کون بھولا ہو گا جب ساٹھ رنز کے اسکور پر پاکستان کے دو کھلاڑی پویلین میں لوٹ چکے تھے ایسے میں میانداد نے وکٹ پر آکر مدثر کے ساتھ مل کر ایک ایسی پارٹنر شپ قائم کی جس نے ٹیسٹ کرکٹ کی نئی تاریخ رقم کی۔ اس پارٹنر شپ میں ۴۵۱ رنز بنے جو کہ تیسری وکٹ کا عالمی ریکارڈ ہے۔ اس پارٹنر شپ میں جاوید نے ۲۸۱ رنز بنائے۔ اور آؤٹ نہیں ہوئے۔ اسی طرح انگلینڈ کے خلاف اوول میں ۲۶۰ رنز، سری لنکا کے خلاف فیصل آباد میں ۲۰۳ رنز۔ نیوزی لینڈ کے خلاف کراچی میں ۲۰۶ رنز اور آسٹریلیا کے خلاف کراچی میں ۲۱۱ رنز جاوید کے کیریئر کی یادگار ڈبل سنچریاں ہیں۔ سنہ ۱۹۸۲ء میں بھارت کے خلاف جاوید نے ہوم سیریز میں رنز کے ڈھیر لگا دیئے اور تین سنچریوں کی مدد سے جس میں ایک ڈبل سنچری بھی شامل تھی۔ ۵۹۴ رنز بنائے اس کے علاوہ اسی دورہ کے ایک روزہ میچوں میں بھی تین سنچریاں اسکور کیں تھیں۔

شارجہ کپ کے فائنل میں بھارت کے خلاف جاوید کی اننگ کون بھولا ہو گا جس میں جاوید نے پاکستان ٹیم کو ایک مشکل وقت میں تن تنہا سنبھالا دیتے ہوئے ایک ایسے ٹارگٹ کو جو کہ بظاہر نا ممکن نظر آ رہا تھا۔ اننگ کی آخری گیند پر شاندار چھکا لگا کر حاصل کیا۔ اس اننگ میں انہوں نے ۱۱۶ رنز بنائے اور آؤٹ نہیں ہوئے۔

ویسٹ انڈیز کے خلاف گزشتہ سال ٹیسٹ سیریز میں جو کہ ویسٹ انڈیز میں کھیلی گئی اور جس میں پاکستان کا پلہ بھاری رہا۔ ویسٹ انڈیز نے یہ سیریز بڑی مشکل سے برابر کی۔ اس سیریز میں جاوید نے ان ناقدین کے منہ بند کر دیئے جو یہ کہتے تھے کہ جاوید صرف پاکستان کے میدانوں پر ہی اچھا کھیلتا ہے۔ اس سیریز میں جاوید نے دو سنچریوں کی مدد سے ۲۸۲ رنز بنائے جو کہ مجموعی طور پر دونوں ٹیموں کی طرف سے سب سے زیادہ اسکور ہے۔ اس کے علاوہ جاوید نے اسی دورہ کے آخری ایک روزہ میچ میں بھی شاندار سنچری اسکور کی۔ اس سیریز کے دوسرے ٹیسٹ میں پاکستان کو جیتنے کے لئے ۳۷۱ رنز کا ایک مشکل ہدف ملا تھا۔ جاوید نے اس کو حاصل کرنے کے لئے سخت جدوجہد کی لیکن جب چند رنز رہ گئے تو جاوید شاندار ۱۰۲ رنز بنا کر آؤٹ ہو گئے اور پاکستان کی جیت جو ایک مرحلہ پر یقینی نظر آ رہی تھی۔ بمشکل ۹ وکٹوں پر ۳۴۰ رنز بنا کر میچ ڈرا کر سکا۔ اس اننگ کے بارے میں ویسٹ انڈیز کے کپتان ویوین رچرڈز نے کہا کہ ہم نے جاوید کو آؤٹ کر کے انڈیز کے لئے میچ بچا لیا تھا۔

نیوزی لینڈ کے خلاف ختم ہونے والی حالیہ ٹیسٹ سیریز میں جاوید کی بیٹنگ کو کوئی بھولے یا نہ بھولے لیکن کیوی بالرز یقیناً ایک عرصہ تک نہیں بھولیں گے۔

Scanned with CamScanner

اس سیریز میں گو کہ جاوید کو دو اننگز ہی کھیلنے کا موقع مل سکا۔ لیکن ان دو اننگز میں ہی اس نے کیوی بالرز کی دل کھول کر پٹائی کی۔ اور دو سنچریاں بنائی جس میں ایک نہایت شاندار ڈبل سنچری ۲۷۱ رنز بھی شامل تھی۔ اس سیریز میں جاوید کی بیٹنگ کا شکار ہوتے والوں میں موجودہ وقت کا عظیم ترین اور ریکارڈ ساز تیز بالر رچرڈ ہیڈلی بھی شامل تھا۔ جس کو جاوید بالکل خاطر میں نہیں لایا۔ اس سیریز کی دو اننگز میں جاوید نے مجموعی طور پر ۳۸۹ رنز بنائے۔

جاوید میانداد کو پاکستان ٹیم کی قیادت کا بھی اعزاز ملا ہے اور اس نے ثابت کر دکھایا کہ وہ اس کا اہل ہے۔ ۱۹۸۰ء میں جب جاوید نے آسٹریلیا کے خلاف کراچی ٹیسٹ میں پاکستان ٹیم کی قیادت سنبھالی تو اس کی عمر صرف ۲۲ سال تھی جو کہ ایک پاکستانی ریکارڈ ہے۔ اس کم عمری میں بھی اس نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا اور اپنی قیادت کا پہلا ٹیسٹ ہی جیت کر دنیا کے تیسرے اور پاکستان کے سب سے کم عمر کپتان ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ اسی طرح ۱۹۸۱ء میں آسٹریلیا میں بنیسن اینڈ ہیجز کپ میں ویسٹ انڈیز کی طاقتور ٹیم کے خلاف بھی جاوید نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا نہایت اعلیٰ مظاہرہ کیا۔ پاکستان نے ایک میچ میں صرف ۱۴۰ رنز بنائے جواب میں جاوید نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں کا شاندار مظاہرہ کرتے ہوئے ویسٹ انڈیز کو ۱۳۲ رنز پر آؤٹ کر کے پاکستان کو ویسٹ انڈیز پر ایک روزہ میچوں کی پہلی کامیابی سے ہمکنار کیا۔ اسی ٹورنامنٹ میں ایک اور میچ میں پاکستان ویسٹ انڈیز سے بمشکل ایک وکٹ سے ہار گیا حالانکہ پاکستان کا اسکور بھی بہت کم تھا۔ اس میچ میں جاوید کی کپتانی کے بارے میں آسٹریلیا کے عالمی شہرت یافتہ سابق کھلاڑی رچی بینو نے کہا کہ میں نے ایک روزہ میچوں میں آج تک اتنی اچھی اور عمدہ کپتانی نہیں دیکھی۔ آگے چل کر قیادت جاوید کے لئے ایک تلخ تجربہ ثابت ہوئی۔ جب ٹیم کے دس کھلاڑیوں نے ان کی قیادت میں کھیلنے سے انکار کر دیا۔ اس کے باوجود جاوید نے ۱۹۸۲ء میں سری لنکا کے خلاف کراچی ٹیسٹ بالکل نئے کھلاڑیوں کے ساتھ جیت کر اپنی قائدانہ صلاحیتوں پر مہر مثبت کر دی۔ اس سیریز کے اختتام پر جاوید نے رضا کارانہ طور پر کپتانی سے استعفیٰ دے کر اس مسئلہ کو حل کر دیا۔

جاوید میانداد نے ایک روزہ کرکٹ اور ٹیسٹ کرکٹ دونوں میں پاکستان کی طرف سے سب سے زیادہ رنز، سب سے زیادہ سنچریاں، سب سے زیادہ نصف سنچریاں، سب سے زیادہ کیچ اور سب سے زیادہ ہی میچز بھی کھیلے ہیں۔ جاوید نے ۹۸ ٹیسٹ کی ۱۴۸ اننگز میں ۷۴۲۲ رنز بنائے ہیں۔ جس کا اوسط ۵۷.۵۹ ہے۔ اس میں ۲۱ سنچریاں، ۳۵ نصف سنچریاں بھی شامل ہیں۔ جبکہ 6 ڈبل سنچریاں بھی شامل ہیں جاوید میانداد نے 6 ہزار رنز سے 7 ہزار رنز تک کا فاصلہ صرف 12 اننگز میں طے کیا جس سے ان کی تیزی اور حالیہ فارم کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

جاوید کا ایک اور ریکارڈ جو کہ شاید کبھی نہ ٹوٹ سکے۔ یہ ہے کہ ان کے ٹیسٹ کیریئر کی پہلی اننگز سے لے کر آج تک کبھی بھی اوسط 50 سے کم نہیں آیا۔ وہ دنیا کے واحد بیٹسمین ہیں جنہوں نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ آخری 7 ٹیسٹ میں جاوید نے 5 سنچریاں

اسکور کی ہیں ۔ ایک روزہ میچوں میں جاوید نے
۱۴۳ میچ کی ۱۳۸ اننگز میں ۵۰۲۸ رنز بنائے
ہیں جن کا اوسط ۴۶.۹۹ جس میں 6 سینچریاں
اور ۳۷ نصف سینچریاں شامل ہیں۔ جاوید نے ایک
روزہ میچوں میں مسلسل ۹ اننگز میں نصف سینچریاں
اسکور کر کے عالمی ریکارڈ بنایا ہے۔

جاوید کی عمر اور فارم کو دیکھتے ہوئے اس بات
کے قوی امکانات ہیں کہ وہ سنیل گواسکر کے دس ہزار رنز
اور ۳۴ سینچریوں کے ریکارڈ کو توڑ دیں گے۔ جاوید
کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے ٹیسٹ کرکٹ کھیلنے
والے ہر ملک کے خلاف سینچری اسکور کی ہے۔ اس کے
علاوہ انہوں نے بھارت، نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا
کے خلاف ہزار رنز سے زیادہ بھی بنائے ہیں۔

جاوید میانداد کی کرکٹ کا یہ سفر جو کہ ۷۷-۱۹۷۶
میں لاہور سے شروع ہوا تھا۔ آج تک جاری ہے۔
اور اس سفر کے دوران جاوید نے کبھی مڑ کر نہیں دیکھا
بلکہ اس نے ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ اور ریکارڈز
مٹا کر نئے سرے سے لکھنے شروع کئے ہیں۔ کل بھی
جاوید کا وقت تھا، آج بھی ہے اور کل بھی رہیگا
وہ ٹیسٹ کرکٹ، ایک روزہ کرکٹ اور فرسٹ
کلاس کرکٹ میں کیا کیا ریکارڈز بنائیں گے اور
کیا کیا کارنامے انجام دیں گے۔ اس کا علم کسی کو
نہیں مگر یقین سب کو ہے۔

ثریا نجم (حیدرآباد)
بی اے

زندگی کیا ہے؟

زندگی کیا ہے؟ اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ اسے مکمل طور پر سمجھنا چاہتے ہیں۔ میرے نزدیک زندگی غم اور خوشیوں کا مکسچر ہے۔ مکسچر کا لفظ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ زندگی کے موسم میں ہمیشہ یکسانیت نہیں رہتی۔ کبھی غموں کے بادل چھائے رہتے ہیں تو کبھی خوشیوں پر غالب آجاتے ہیں۔ انسان اس میں نہ چاہتے ہوئے بھی ڈوب جاتا ہے آہ زندگی بھی ایسی ہی زندگی ہے جس کا آدھا حصّہ ہم سو کر پورا کرتے ہیں۔ باقی بچپن، بڑھاپا اور بہار کے ایام کی نذر ہو جاتا ہے۔ ہر انسان کے پاس اس میں کیا بچتا ہے۔ کچھ بھی نہیں تو پھر آخر لوگ زندگی کو ایک چیلنج سمجھ کر قبول کیوں نہیں کرتے وہ اپنے دن گن گن کر کیوں پورا کر رہے ہیں۔ وہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم زندہ رہنے کے لئے کھاتے ہیں نہ کہ کھانے کے لئے زندہ رہتے ہیں۔

آخر اِس "کیوں" کا جواب کب ملے گا؟ کب لوگ زندگی کی کوشش کو چھوڑ کر اپنے آپ کو سمجھیں گے؟ آخر کب تک!

میرے نزدیک زندگی ایک مسکراہٹ کا نام ہے، ہمیشہ آگے بڑھنے کا نام ہے۔ بھرپور افادہ اٹھانے کا نام ہے، ہر مشکل چیلنج قبول کرنے کا نام ہے۔ زندگی ایک ایسی دلکشی ہے۔ جو ایک مہکتا ہوا نوخیز پھول جو مرجھانے کے بعد بھی خوشبو دیتا رہتا ہے۔ زندگی خوشیوں کا گہوارہ ہے۔ زندگی ایک آنسو ہے۔ دکھوں سے کھیلتے رہنے کا نام ہے۔ جو سانس کی ڈور ٹوٹنے کے ساتھ ختم ہوجاتی ہے۔ زندگی ایک ایسی جھاڑی کا نام ہے جس میں کانٹے ہی کانٹے ہوتے ہیں۔ زندگی دکھوں کا نام بھی ہے۔

جہاں زندگی محبت بھرا جام ہے وہاں زندگی ناکامیابی کا نام بھی ہے۔ زندگی غلام بھی ہے اور زندگی موت کا نشان بھی ہے۔ کیونکہ جب موت آئے گی تو زندگی کی شام ڈھل جائے گی۔ اور پھر سیاہ رات زندگی پر موت کی سیاہ چادر بن کر تن جائے گی۔ زندگی ایک ایسی اسکرین ہے جس پر غم اور خوشی کا عکس ہر وقت نمایاں رہتا ہے۔

انسان کی زندگی بہت قیمتی ہے۔ اس کو پریشانیوں اور الجھنوں کی بھینٹ مت چڑھاؤ۔ انسان کی زندگی میں آئے دن نت نئے تجربے ہوتے رہتے ہیں۔ ان میں گتھم گتھا ہونے یا حالات سے مایوس ہونے کے بجائے بدترین کو بہترین بنانے اور اپنے آپ کو تباہی سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ کیونکہ ناموافق اور مخالف حالات کا مسکراتے ہوئے اور ہمت سے مقابلہ کرنے میں ہی ہماری کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

"ختم شُد"

Scanned with CamScanner
CamScanner

ہمایوں صادق

میں ایک ..... ہوں

میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ میرے گھر کے سامنے ہی میرا کلینک ہے اور پیچھے قبرستان ہے۔ میرا کلینک جس رفتار سے ترقی کر رہا ہے اسی رفتار سے قبرستان میں بھی ترقی ہو رہی ہے بلکہ سچ پوچھیں تو مجھ سے زیادہ اس قبرستان کا گورکن خوشحال ہے۔ وہ دن رات مجھ کو دعائیں دیتا ہے اور میرے ہی گن گاتا ہے۔ کیونکہ میرے ڈاکٹر بننے سے پہلے وہ بیچارہ دو وقت کی روٹی بھی صحیح طرح حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں اسی گورکن کی دعاؤں کے طفیل میرا کلینک دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔

میں ایک وکیل ہوں۔ میری عمر ہی اس دشت کی سیاحی میں گزر گئی۔ میں جس مقدمے کو ہاتھ میں لیتا ہوں اس کیس میں سے مجرم کو اس طرح بری کراتا ہوں کہ سب لوگ دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ اگر میں کسی کے خلاف مقدمہ لڑوں تو اس شخص کو اس کے اپنے ہی قتل میں پھانسی کی سزا دلوا دیتا ہوں۔ جہاں تک انصاف کی بات ہے اس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔ میرا تعلق اپنی فیس سے ہے۔ میں اپنے موکل کی فیس حلال کرنے کے لئے تمام حرام کام کرنے پر رضامند ہوں۔ اگر آپ مجھ سے ملنا چاہیں تو جیل روڈ پر سیاہ رنگ کا مکان ہے جس کی پیشانی پر وہائٹ ہاؤس لکھا ہوا ہے۔ وہاں پر آپ مجھ سے ملاقات کے اوقات میں مل سکتے ہیں۔

میں ایک طالب علم ہوں۔ علم سے میرا دُور دُور تک کوئی واسطہ نہیں۔ مگر کہلاتا طالب علم ہوں۔ اگر رشوت دے کر میٹرک پاس کر کے کالجوں میں پائے جانے والے تمام غنڈہ عناصر طالب علم ہی کہلائے جاتے ہیں تو میں بھی طالب علم ہوں۔

لوگ کہتے ہیں کہ ان طلباء کے ہاتھوں میں کل کو ملک کی باگ ڈور ہو گی۔ مگر آج ہمارے ہاتھوں میں اب کلاشنکوف ہے۔ ہم لوگ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جنگ کی نیٹ پریکٹس کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے کالجوں کے اطراف کے میدان آپ کو میدانِ جنگ کا نمونہ پیش کرینگے۔

ملک کی کسی بہو بیٹی کو اکیلے دیکھ کر ہم ان کی حفاظت کے لئے ان کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ ہماری موجودگی میں کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ کیونکہ جب ہم موجود ہیں تو کوئی دوسرا ہم سے پہلے ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔

میں ایک تھانیدار ہوں۔ یا یوں کہہ لیجیے اپنے

(باقی ص۷۴ پر)

Scanned with CamScanner

عمران سبحان

بچّوں کی تعلیم و تربیت میں
والدین کا کردار

بچّوں کی تعلیم و تربیت میں والدین کا کردار سب سے اہم ہوتا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ بچہ کسے کہتے ہیں۔ بچہ ہم اسے کہتے ہیں جس کی عمر ۲۰ سال سے کم ہو۔ دراصل تعلیم کے معنی ہیں معلومات یعنی (Knowledge) اور تربیت کے معنی ہیں کردار یعنی (Character) بچّوں کی نفسیات کو سمجھنے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ سمجھنا، بیان کرنا اور اسی کے مطابق چلنا۔

جدید ریسرچ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ آج کل کے دور میں جس میں انسان چاند کی دھرتی تک قدم رکھ چکا ہے۔ ٹیلی ویژن، وی سی آر، ہوائی جہاز اور راکٹ جیسی ایجادات کا موجود ہونا بچوں کا I.Q. یعنی ذہانت کا تیز ہونا ایک حقیقی امر ہے۔ اسی لئے بچّوں کے ذہن میں ان چیزوں سے متعلق بہت سے سوالات ذہن میں آتے ہیں جن کا وہ واضح اور مکمل جواب چاہتے ہیں۔

عام طور پر ابتداء میں بچّوں کو یہ سکھایا جاتا ہے کہ جھوٹ نہ بولو، بُرے کام نہ کرو، بڑوں کا ادب کرو وغیرہ دراصل ابتداء میں بچّے کا ذہن ایک نازک سی ڈور ہوتی ہے کہ اس کو جس طرح چاہے موڑ لو۔ اس لئے جب بچّے کے ذہن میں شروع ہی سے اخلاق اور اچھی باتیں ذہن نشین کرائی جائیں گی تو اس کا ذہن پھر اسی طرح سے سوچے گا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ بچّوں کو ان باتوں پر عمل کرنے کے لئے ایک واضح نمونہ بھی چاہیئے ہوتا ہے۔ اس لئے والدین اگر بچوں کو سمجھانے کے ساتھ ساتھ ان کو خود نمونہ بن کر دکھائیں تو یہ ایک لازمی امر ہے کہ بچّہ بھی اسی طرح عمل پیرا ہوگا۔

بچّے کی ذہنی نشو و نما پر سب سے زیادہ اثر انداز ہونے والی چیز ماحول ہے۔ یعنی بچّہ گھر کے باہر کس ماحول میں رہتا ہے، اس کا کس طرح کے بچوں سے ملنا جلنا ہے وغیرہ۔ اگر بچّے کی ابتدائی تربیت اچھے انداز سے کی جائے لیکن اس کو باہر کا ماحول بہتر نہ مل سکے تو وہ بچّے کی ذہنی نشو و نما پر ضرور اثر انداز ہوتا ہے۔ کیونکہ بچّے کا ذہن اس وقت اتنا شعور نہیں رکھتا کہ ہمیں کیا چیز سیکھنی چاہیئے اور کیا نہیں۔ تجربات سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ ایک بچّہ جس کا گھر کا ماحول اور گھر سے باہر کا ماحول دونوں بہتر تھے لہٰذا اس کے ذہن پر اس کے بہتر اثرات مرتب ہوئے اور ایک بچّہ جس کا گھر کا ماحول تو بہتر تھا لیکن اس کے باہر کا ماحول اس کے لئے خوشگوار نہ تھا۔ تو بچّہ ضرور منفی ردّعمل کا اظہار کرے گا۔

والدین کو چاہیئے کہ وہ بچّے کے ذہن پر زیادہ بوجھ ڈالنے کے بجائے اسے مختصر معلومات فراہم کریں۔

Scanned with CamScanner

باقی معلومات وہ اپنی عمر کے بڑھتے ہوئے حصّوں سے خود حاصل کرلے گا۔

بچےّ کی بہتر انداز میں تربیت کے لئے بچوں کی نفسیات کو جاننا بہت ضروری ہے۔ والدین اگر بچّوں کو بالکل آزاد چھوڑدیں تو یہ بھی بچّوں کے لئے بہتر نہیں ہے۔ اس سے بچےّ میں خودسری اور خودمختاری کا جذبہ پیدا ہوجاتا ہے جو اس کے کردار کو بگاڑ دیتا ہے۔

اگر والدین بچےّ سے آمرانہ رویّہ اختیار کریں گے اور چاہیں گے کہ ان کے ہر حکم کی تعمیل ہو تو اس سے ایک تو بچےّ میں والدین سے بغاوت کا جذبہ پیدا ہوگا دوسرے اس میں احساسِ کمتری پیدا ہوگی اور اس کے ذہن کی مناسب نشوونما نہیں ہوسکے گی۔ بچےّ کے ذہن پر ہر وقت خوف رہے گا کہ اگر غلط کام ہوگیا تو کیا ہوگا؟ ایسے بچےّ بعد میں نہ صرف والدین کے لئے بلکہ اساتذہ کے لئے بھی پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں۔ اس لئے والدین کو بچےّ کی نفسیات سمجھتے ہوئے اس کی تربیت کرنی چاہیئے۔ پیار محبت سے کی جانے والی بات بچےّ کے ذہن پر جلدی اثرانداز ہوتی ہے۔

لہٰذا کوشش یہ کی جائے کہ بچےّ کو گھر کا ماحول اور گھر کے باہر کا ماحول بہتر میسّر آئے۔ تاکہ اس کی ذہنی اور جسمانی نشوونما بہتر انداز میں ہوسکے۔ کیونکہ آگے چل کر یہی بچےّ ملک وقوم کی خدمت بھی کرسکتے ہیں اور یہی بچےّ وطن کے لئے دشمن بھی بن سکتے ہیں۔

(بقیہ :- مقصد جو پورا نہ ہوسکا)

ہوتے کا ثبوت نہیں دیتے۔ جھوٹ ہم بولتے ہیں، دھوکہ دہی ہمارا ایمان ہے، رشوت عام ہے۔ غرض وہ تمام کام ہم کرتے ہیں جس کی اسلام نے نفی کی ہے۔

آج ہمارے اندر انتشار اور افراتفری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمان تو ہیں مگر اسلام کی رُوح کو نہیں سمجھتے۔ اسلام انسانیت کی معراج اور مکمل ضابطہ حیات ہے جس کو سمجھ کر ہم سربلندی حاصل کرسکتے ہیں۔ اور اپنے شاندار ماضی کی طرح حال اور مستقبل کو بھی پُرجلال اور قابلِ تقلید بنا سکتے ہیں۔

(بقیہ :- مَیں ایک ... ہوں)

حلقے کا بے تاج بادشاہ ہوں۔ میرے راج میں شریف و بدمعاش ایک حوالات میں پانی پیتے ہیں۔ ہر طرف بدمعاشی ڈکیتی کا دَور دورہ ہے۔ لوگ راتوں کو موت کی نیند سوتے ہیں۔ میرے علاقے سے تمام ڈاکوؤں کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ کیونکہ اب یہ سب پولیس میں بھرتی ہوگئے ہیں۔ جب سے میں نے چارج سنبھالا ہے کوئی چوری وڈکیتی کی رپورٹ نہیں آئی کیونکہ مدعی کو اپنی باقی ماندہ اشیاء کے چھننے کا ڈر ہوتا ہے۔ میرے علاقے میں مجھ سے پوچھے بغیر کوئی بھی چوری نہیں ہوتی اور ڈکیتی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ڈکیتی ہم لوگ پولیس چھاپہ کی آڑ میں کرلیتے ہیں جتنی میری تنخواہ ہے اتنا تو میرا بجلی کا بل آتا ہے۔ اُوپر کی آمدنی کا کوئی شمار نہیں ہے۔ مگر ہائے رے بری بدقسمتی میرا تبادلہ اسمبلی ہاؤس کرادیا گیا ہے، وہاں تو میں ابھی طفلِ مکتب ہوں۔

Scanned with CamScanner

فرحت العین بقائی

مقصد

جو کہ پورا نہ ہوا!

ہمارا پاکستان کن حالات میں بنا، یہ ہمیں معلوم ہے اور اس کے بننے میں لاکھوں مسلمان شہید ہوئے سینکڑوں عورتیں بے عصمت ہوئیں اور ہزاروں بچے تہہ تیغ کر دیئے گئے۔ یہ بھی ہمیں اچھی طرح معلوم ہے لیکن بات اب کی ہے اور ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ کیا ہم ان کروڑوں شہیدوں کے خون کا حق ادا کر رہے ہیں؟

پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا تاکہ مسلمان آزادی سے اپنے فرائض انجام دے سکیں۔ یہ آزادی تو ہمیں حاصل ہے مگر کیا ہم اپنے فرائض ایمانداری سے انجام دے رہے ہیں؟

چور بازاری، بے ایمانی اور رشوت ستانی عام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم میں قومی شعور کا فقدان ہے جب پاکستان نیا نیا بنا تھا تو لوگ آزادی کی اہمیت جانتے تھے اور نظریۂ پاکستان کی اہمیت بھی جانتے تھے مگر اب وہ لوگ نہیں رہے تو ان چیزوں کی اہمیت کا بھی عام آدمی کو پتہ نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم تعصب کا شکار ہیں۔ جب پاکستان بنا تھا تو ہزاروں لوگوں کی مشترکہ کوشش سے بنا تھا اور وہ سب مسلمان تھے۔ ان میں کوئی سندھی، پنجابی، پٹھان اور بلوچ نہیں تھا۔ مگر اب سندھیوں کا سندھ ہے، پنجابیوں کا پنجاب ہے، بلوچوں کا بلوچستان ہے اور پٹھانوں کا سرحد۔ تو مسلمانوں کا پاکستان کہاں ہے جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ بات پھر قومی شعور کی ہے۔ ہمارا قومی شعور کرکٹ یا ہاکی کے میدان میں جاگتا ہے۔ تب سب ایک ہو کر پاکستان زندہ باد کے نعرے لگاتے ہیں۔

ایک تو مغرب کی اندھا دھند تقلید نے ہم کو برباد کیا ہے۔ دراصل ہم نے اپنے ملک کو تو آزاد کرا لیا ہے مگر ذہن کو آزادی نہیں دے سکے۔ اچھے اصول خواہ کسی بھی مذہب اور تہذیب سے تعلق رکھتے ہوں ہمیں ضرور اپنانے چاہئیں۔ ہم مسلمانوں کی اچھی اقدار اپنا کر لوگوں نے ترقی کی معراج حاصل کی ہے اور ہم نے مغرب کے طور طریق اپنا لئے ہیں جو کہ خود انہیں پسند نہیں جو کہ انسان کو انسانیت کے عروج کے بجائے حیوانیت کے پست گڑھے میں گرا دیتی ہے۔

دوسرے یہ کہ ہم اپنے مذہب سے دور ہو گئے ہیں۔ دوری کی ایک وجہ دنیا کی بے ثبات رنگینی اور دلکشی ہے تو دوسری وجہ بے عمل علماء کا کردار جن کے ظاہر و باطن میں فرق ہے۔ ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں اور نام کے مسلمان بھی ہیں مگر ہمارے کردار و عمل ہمارے مسلمان

باقی صفحہ ۴۷ پر

Scanned with CamScanner

بی ایس سی
اطہر حمید (سال اوّل)

الیکشن کا فسانہ

الیکشن کا زمانہ اپنے زوروں پر تھا لوگ اپنے اپنے امیدواروں کے حق میں زور لگا رہے تھے۔ جس شخص کو دیکھیے ہاتھ میں مستقبل کے درخشاں خوابوں کی تعبیر گھروں میں بانٹ رہا ہے۔

یوں سمجھیے کہ ہر وہ شخص جو رات کو دس بجے سے ڈیڑھ بجے تک کسی سڑک کے کنارے تھڑے پر یا نالے کی دیوار پر غول جمع کئے خوش گپیوں میں مصروف رہتے تھے وہی آج مصروفِ الیکشن ہیں۔

ان کے حلیہ پر نظر ڈالیے تو کچھ اسطرح ہوگا ۔!

گلے میں لال رنگ کے ڈورے سے بندھا ہوا تعویز (جو زمینی اور آسمانی آفات سے بچاؤ کیلئے ہے) سر پر ہیٹ رکھا ہے اور بدن پر جینز کی پتلون ہے جس پر ہٹلر کا نشان لگا ہے اوپر ایک ٹی شرٹ جسکے پیچھے کسی کمپنی کا اشتہار ہے۔ منہ میں پان رکھا ہے ایک ہاتھ میں سیگریٹ اور دوسرا ہاتھ مونچھوں کو تاؤ دینے میں مصروف ہے۔

الیکشن کا وقت قریب آیا جیسے کراچی میں فالتو آدمیوں کی کمی ہوگئی روز گلیوں سے کسی نہ کسی امیدوار کا جلوس نکلتا اور وہی مخصوص نعروں کے ساتھ کہ "ماؤں کی دعا سے جیتے گا بہنوں کی دعا سے جیتے گا" ان کے پیچھے پھر کے وہ "معززین" ہوتے ہیں جن کا ذکر اوپر کر چکا ہوں۔

امیدوار کسی کھلی جیپ میں پھولوں کا ہار اپنے گلے میں ڈالے اپنے ہی کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتا ہے کوئی امیدوار اپنے نشان پر بیٹھا وقت سے پہلے ہی اپنی کامیابی پر خوش ہے ایک صاحب جیسا کہ اپنے انتخابی نشان گھوڑے پر بیٹھے انتخابی معرکہ سر کر رہے تھے۔

انہی افراد میں ایک امیدوار کھڑے ہوئے جن کا پیشہ دودھ بیچنا تھا انہیں پڑھنا آتا نہیں تھا۔ میرے خیال میں تقریر بھی کسی سے پڑھوا کر رٹی تھی۔ انہوں نے اپنے علاقے میں تقریر کا مقابلہ یعنی جلسہ منعقد کیا۔ وہ حضرت نام کے صابر نہیں بلکہ صابر اور شاکر تھے۔

تقریر کے وقت موصوف اپنی "ہنڈا اکارڈ" گاڑی میں پہنچے اور گاڑی سے اترتے ہی ڈیسک پر چڑھ گئے اور لوگوں سے مخاطب ہوتے لگے کہ

"بھائیوں اور بہنوں میں آپ کا ساتھی اور آپ کا دوست حاضر ہوں مجھے آنے میں دیر ہوگئی جس کی وجہ سے معذرت چاہتا ہوں"

"میرے دیر سے پہنچنے کی وجہ ہمارے علاقے کا ناقص نظام ہے۔ میں جیسے ہی اپنے دودھ کے باڑے سے باہر آیا میری گاڑی کا اگلا پہیہ گوبر کے ڈھیر میں دھنس گیا۔ میں الیکشن جیتنے کے بعد سب سے پہلے اس گندگی کے ڈھیر کو صاف کراؤں گا۔ بلکہ

باڑے کے چاروں طرف سے براوے اور کھلی کے

ڈھیر بھی بٹوادونگا۔"

"میں ہی آپ کا مخلص دوست ہوں جس نے طے کرلیا ہے کہ سب سے پہلے میں آپ کی صحت پر توجہ دونگا اور ہر گلی کے کونے پر خالص دودھ اور دہی دوکانیں بنوادونگا

"میں آپ کے علاقے کو ساہیوال بنادونگا۔۔ بلکہ ہالینڈ بنادونگا جہاں ہر طرف کالی سفید بھینسیں چرتی ہونگی"

"میں اپنے دودھ کے سارے باڑے تڑوا کر انہیں اسکول، کالج اور ہسپتال بنوادونگا۔" (بھینسیں جب سڑکوں پر چریں گی تو باڑوں کی ضرورت ہی کیا رہے گی)

"میں سب سے بڑے مسئلہ کو حل کرونگا۔ یعنی پانی کی نئی لائن ڈلوادونگا جس کے بعد آپ کے گھر خالص پانی آئے گا۔" (اس سے پہلے تو حضرت دودھ کے بھاؤ پانی دیتے تھے)

بیچ تقریر کے کسی شخص نے کھڑے ہو کر یہ کہہ دیا کہ "بھائی میری زمین کا کیا ہوگا۔! کہا تھا جیتنے کے بعد زمین دونگا۔ چوتھی دفعہ الیکشن میں کھڑا ہو رہا ہے۔ نعرہ لگاتے لگاتے گلے میں درد ہوگیا بھائی۔! کیا قبرستان میں قبر کے لیے زمین دے گا۔؟"

جواب میں شیخ صاحب نے کہا خاموش خاموش! اور اپنی تقریر دوبارہ شروع کردی۔

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا۔ کہ۔۔

سب سے پہلے میں آپ کے علاقے میں میٹرنٹی ہوم بنواؤں گا جس میں صاف ستھرے نہانے کے کمرے ہونگے اور باہر ٹی وی لاؤنج ہوگا۔ موصوف نے جلسہ میں کرائے کے آدمی اور برادری والوں پکڑا تھا اس لیے کہنے لگے کہ

"اماں کہہ رہی تھیں کہ بیٹا! الیکشن جیتنے کے بعد لوگوں کے مال کا خیال کیجیئو"

"میں نے کہا" اماں تم فکر ہی نہ کرو۔ لوگوں کے مال کو اپنے باپ کا مال سمجھوں گا۔"

پھر جو تالیاں بجیں اور نعرے لگے کہ آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

۷۸۶

چار طریقے

جن سے آپ اپنے عیب آسانی سے معلوم کر سکتے ہیں!

پہلا طریقہ:- کسی کامل رہبر کی صحبت حاصل کیجیے۔ جو آپ کے عیوب اور نقائص کی نشاندہی کرتا رہے۔

دوسرا طریقہ:- کسی مخلص اور شفیق دوست کو اپنا نگران مقرر کر لیجیے۔ جو آپ کے عیوب پر پردہ ڈالنے کے بجائے اُن سے آپ کو آگاہ کرتا رہے۔

تیسرا طریقہ:- اپنے مخالفین کی باتوں کو بہت تحمل اور دھیان سے سُنیئے کیونکہ دشمن کی نگاہ ہمیشہ آپ کے عیبوں پر پڑتی ہے۔

چوتھا طریقہ:- دوسرے لوگوں کے عیب دیکھ کر اپنے اندرون میں بھی کھوج لگائیے کہ میں بھی تو اس میں مبتلا نہیں ہوں اور ان عیوب سے اپنے آپ کو خوب بچائیے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے اَوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر
تو نگاہ میں کوئی بُرا نہ رہا ــــــــ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی پیاری دعا ہے:-

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا۔

معنی:- اے اللہ مجھے میری اپنی نگاہ میں چھوٹا اور حقیر رکھیے اور لوگوں کی نگاہ میں باعزت اور بڑا رکھیے۔

اقبال احمد

ماخوذ:- "جو تم مسکراؤ تو سب مسکرائیں"

نتیجۂ فکر:- مولانا سیّد رضی الدین احمد صاحب فخری مدظلہ

شماریات پر ایک نظر

محمد قمرالدین
لکچرار شعبہ شماریات
کراچی یونیورسٹی۔

شماریات کی ابتدا بحیثیت ایک مضمون بیسویں صدی کے آغاز سے ہوئی۔ گویا اس مضمون کی عمر بمشکل اسی پچیاسی سال بنتی ہوگی۔ اس مضمون کے بارے میں مختلف دل جلوں نے مختلف آراء قائم کیں۔ کسی نے کہا کہ دنیا میں تین قسم کے جھوٹ ہوتے ہیں۔ جس میں سے ایک جھوٹ علم شماریات ہے۔ کسی نے کہا کہ اس علم کی مدد سے آپ جو چاہیں ثابت کر دیں۔ کوے کو سفید ثابت کر دیں۔ دو اور دو کے مجموعے کو پانچ ثابت کریں۔ کسی نے کہا یہ توبڑا تلخ اور خشک مضمون ہے۔ لیکن جس طرح سچ کو آنچ نہیں اسی طرح اس مضمون کو مخالفین کی آراؤں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور بالآخر یہ علم دوسرے تمام علوم پر چھا گیا۔

علم شماریات بظاہر تو اسی صدی میں متعارف ہوا لیکن اسکا استعمال تو نسلِ انسانی صدیوں سے کرتی چلی آ رہی ہے۔ مشاہدہ کر کے کسی چیز کے بارے میں اعداد و شمار جمع کرنا، ان کا تجزیہ کرنا۔ اور اس تجزیہ کے روشنی میں مستقبل کے بارے میں لائحہ عمل تیار کرنا ہی تو دراصل علم شماریات کی تعریف ہے اور یہ کام نسلِ انسانی صدیوں سے کرتی چلی آرہی ہے۔ لیکن اس کو اس بات کا احساس نہیں کہ اس نے کبھی شماریات پڑھی ہے۔

اس علم کو تلخ اور خشک ان لوگوں نے کہہ دیا جو دراصل حقیقت سے فرار چاہتے ہیں۔ اور حقیقت تو تلخ ہی ہوا کرتی ہے۔ کیونکہ یہ علم ایسے حقائق سے پردہ اٹھاتا ہے جن کو ہم جاننا نہیں چاہتے۔ مثلاً سگریٹ کا عادی ایک شخص یہ جان کر کبھی خوش نہیں ہوگا کہ سگریٹ کا ہر کش اس کی زندگی میں کمی کا باعث ہے۔ جبکہ علم شماریات تو سابقہ اعداد و شمار کی روشنی میں یہ بتائے بغیر نہیں رہ سکتا کہ سگریٹ پینے والوں کی زندگی دوسرے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ مختصر واقع ہوتی ہیں اسی طرح ترقی پذیر ممالک کی حکومتیں جو آئے دن بدلتی رہتی ہیں وہ یہ بات سننے کی روادار نہیں کہ ان کے دور حکومت میں صنعتی یا زرعی پیداوار کم ہو جائے گی۔ جبکہ ایک مخلص شماریات دان اپنے مشاہدے اور نمونہ بندی کے ذریعے اس بات کا اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس سال کون کونسی پیداوار متاثر ہو سکتی ہے۔ دوسرا پہلو عام آدمی کی عدم دلچسپی کا یہ ہے کہ انسان فطرتاً مفاد پرست واقع ہوا ہے جو ہمیشہ اپنے بارے میں مثبت رائے رکھتا ہے اسی فطرت کی بناء پر ایک شماریات دان کی یہ اطلاع جو اس نے پچھلے کئی برسوں کے اعداد و شمار کی مدد سے فراہم کی عام آدمی کی دلچسپی سے خالی ہے کیونکہ کوئی شخص یہ تصور کرنے کے لیئے تیار نہیں کہ ہزارواں آدمی وہ خود بھی ہو سکتا ہے اس کے برعکس اگر کسی لاٹری کے بارے میں کوئی شماریات دان یہ کہے کہ ۲۰ ہزار ٹکٹوں کی لاٹری میں سے ۲۰ ٹکٹوں پر لاٹری نکلے گی تو لوگ دھڑا دھڑ لاٹری کے ٹکٹوں کو خرید لیں گے۔ اس امید پر کہ شاید وہ ہزارواں آدمی جسکی لاٹری نکلنے والے ہی وہ خود ہی ہو۔

حالانکہ ہزار دیں آدمی کے حادثہ کے شکار ہونے کی اطلاع بھی اتنی ہی صحیح ہے جتنی کہ ۲۰ ہزار ٹکٹوں کی فروخت پر سے ۲۰ ٹکٹوں پر انعام نکلنے کی اطلاع۔ جبکہ پہلی اطلاع پر کسی نے کان نہیں دھرا بلکہ دوسرے کو من وعن قبول کر لیا۔ اس لیئے کہ انسان اپنے بارے میں منفی سوچ نہیں رکھتا جبکہ شماریات دان جہاں شرح پیدائش کا ذکر کرتا ہے وہاں شرح اموات کے بارے میں بھی معلومات فراہم کرتا ہے اس لیئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ شماریات کی مثال ایک آئینہ جیسی ہے جس میں اصل چہرہ نظر آتا ہے۔ چاہے وہ خوبصورت ہو یا بد نما۔

عام طور پر اس سوال کے جواب میں کہ عام زندگی میں شماریات کا کیا اطلاق ہے ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ شماریات کا تعلق زندگی کے ہر شعبہ سے ہے گو یہ بات غلط نہیں لیکن ایک عام آدمی کی سمجھ سے باہر ہے ایک عام آدمی اس بات کو اس وقت تک نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ شماریات کی آسان ترین اور عام فہم تعریف نہ کی جائے اور مختلف شعبوں میں اس کے اطلاق پہلوؤں کو اجاگر نہ کیا جائے۔

ہم یہاں چند ایک شعبوں میں اس کے اطلاق پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں۔

علم شماریات کا ایک مقصد کسی بھی منصوبہ کے لیئے اعداد و شمار جمع کرنا، ان کو ایک خاص ترتیب دینا، اور پھر ان ترتیب شدہ اعداد و شمار کو گرافز، اشکال یا گوشواروں کی صورت میں اس طریقے سے ظاہر کرنا کہ عام آدمی کی پہلی ہی نظر بہت سی معلومات حاصل کر لے۔

ہمارے یہاں زراعت کے میدان میں شماریات کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں لیکن یہ بات بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ بیج کے انتخاب سے لیکر فصل کے پکنے تک کے عمل میں ہر قدم پر شماریات کا کتنا دخل ہے تجرباتی تنظیم Experimental Design جو کہ شماریات کی ایک اطلاقی شاخ ہے اسکا آغاز ہی شعبہ زراعت سے ہوا۔ جب ہمیں کسی خاص قسم کی کھاد بیج یا زمین کے بارے میں علیحدہ علیحدہ یا اکٹھی رائے قائم کرنی ہو یا تینوں میں سے کسی ایک کا باقی دو پر یا کسی دو کا باقی ایک پر اثر دیکھنا ہو تو تجرباتی تنظیم کے اطلاق کے سوا کوئی چارہ نہیں اس شاخ کی مدد سے ہم یہ معلوم کرنے کے قابل ہوتے ہیں کہ کون سی زمین پر کس قسم کی کھاد اور بیج زیادہ سے زیادہ پیداوار مہیا کر سکتے ہیں۔ تجرباتی تنظیم کے دو حصے ہیں ایک منصوبہ بندی اور دوسرا نتائج اخذ کرنا۔ جہاں تک منصوبہ بندی کا تعلق ہے اس کی اہمیت کسی تعارف کی محتاج نہیں یہ الگ بات ہے کہ عام زندگی میں ہم سرے سے منصوبہ بندی کے قائل ہی نہیں البتہ اس کا سہرا مشرقی خواتین کو ضرور جاتا ہے جو کہ بیٹی کے پیدا ہوتے ہی اسکا جہیز تیار کرنا شروع کر دیتی ہیں اور بیٹی کے جوان ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی شادی کا جہیز تقریباً مکمل ہو چکا ہوتا ہے جو کہ منصوبہ بندی کی بہترین مثال ہے۔

شماریات کی ایک اور شاخ نمونہ بندی ہے۔ نمونہ بندی آج کل کے دور میں اس لیئے ضروری ہے کہ ہمارے پاس کسی چیز کے متعلق معلومات کا ذخیرہ شاذ و نادر ہی موجود ہوتا ہے اگر ذخیرہ موجود بھی ہو تو ہمارے پاس اتنا وقت اور سرمایہ نہیں ہوتا کہ ہم بنفسِ نفیس معلومات جمع کرتے پھریں اس مسئلے کو ہم صرف نمونہ بندی جیسی شماریات تکنیک ہی سے حل کر سکتے ہیں نمونہ بندی اس عمل کا نام ہے جس عمل سے ہم پوری حمیت کی ہر اکائی کا مطالعہ، معائنہ اور تجزیہ کرنے کے بجائے اس اخذ شدہ نمونے کا پوری وسعت سے مطالعہ کرکے مخصوص نتائج مرتب کرتے ہیں

Scanned with CamScanner

پھر ان نتائج کو پوری جمعیت پر منطبق کر دیتے ہیں. نمونہ بندی کے ذریعے ہم کسی ملک کی متوقع ایکڑ پیداوار، فی کس آمدنی اور اسی طرح کی دوسری معلومات فراہم کرتے ہیں ۔

علم امکان آجکل بہت ترقی کر گیا ہے یہ بھی شماریات ہی کی ایک نہایت کارآمد تکنیک ہے۔ جس کے ذریعے شماریات دان انتہائی پیچیدہ اور غیر یقینی حالات میں اپنے فیصلے کو دیکھتا ہے کہ وہ کتنے فیصد درست ہے ۔ اور اس میں کتنے فیصد غلطی کا امکان ہے۔ سڑکوں، پلوں، اور عمارتوں کی تعمیر نو کے لیے ماہرین شماریات ہی انجینیئر کو مفید مشورے فراہم کرتا ہے. شماریات دان مختلف حصوں کی تعمیر کے لیئے منصوبہ بندی، تجربہ کے طور پر جگہ کا انتخاب کرتے، تجربات کے نتائج کی روشنی میں قابلِ عمل راہ نکالنے میں بھی مدد دیتے ہیں

شماریات دان ہی ادویہ بنانے والے اداروں کو بتا سکتا ہے کہ کونسی دوائی کم سے کم وقت میں تیار کی جا سکتی ہے ۔ اور اس کے ذیلی اثرات کو کس طرح کم کیا جا سکتا ہے. اس کے علاوہ ہمارے پینے اور دوسرے مقاصد کے لیئے جو پانی سپلائی کیا جاتا ہے وہ سب شماریاتی کنٹرول میں ہوتا ہے۔ کپڑا جو ہم پہنتے ہیں اس کے لیئے بھی کاٹن انڈسٹریز کو شماریات دانوں سے رجوع کرنا پڑتا ہے. اس کے علاوہ ملک کے اندر غربت، جرائم کا رجحان، شرح حادثہ، ملک میں اشیأ کی کھپت، قوت خرچ، فی کس آمدنی، آبادی میں اضافہ یا کمی، آبادی کی منتقلی و حرکت، اور آبادی کے پھیلاؤ کی رفتار کے متعلق صرف شماریات دان ہی یقین سے کچھ کہہ سکتے ہیں ۔

مندرجہ بالا مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ شماریات ہماری زندگی میں کتنا موثر کردار ادا کر رہی ہے ۔ اس لیئے ہم سب کے لیئے ضروری ہے کہ علم شماریات ضرور حاصل کریں. تب ہی ہم ایک کامیاب آرٹسٹ، سائنسدان، انجینیئر، ڈاکٹر اور کارخانہ دار بن سکتے ہیں. علم شماریات کے بغیر معاشیات، حساب، کمپیوٹر سائنس، طب، بزنس ایڈمنسٹریشن کے مضامین نامکمل ہیں ۔

شماریات کے اتنے اطلاقی پہلوؤں کے باوجود پاکستان میں اس علم کو اتنی اہمیت حاصل نہیں جتنی اہمیت کا یہ علم مستحق ہے اسکی مختلف وجوہات ہیں ۔

۱۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ مختلف سطحوں پر اس مضمون کا نصاب پاکستان کے اپنے حالات کے مطابق تشکیل نہیں دیا گیا۔ اس لیئے ہمارے طلبأ عملی زندگی میں جا کر امیدوں پر پورے نہیں اترتے جن کی ان سے توقع کی جاتی ہے ۔ ہمارے شماریاتی ماہرین کو چاہیئے کہ وہ شماریات کے نصاب کو اپنے ملک کے تقاضوں کے مطابق اور موجودہ دور سے ہم آہنگ کرنے کے لیئے اقدامات کریں ۔

۲۔ دوسری بڑی وجہ ہماری لائبریریز میں جدید شماریاتی جرائد اور مواد کا فقدان ہے اس لیئے ہمارے ملک کی جامعات کے موجودہ شماریاتی صدر شعبہ جات کو چاہیئے کہ وہ جامعات کی گرانٹ سے جدید شماریاتی رسائل منگوانے کے اقدامات کریں تاکہ ہمارے طالبعلم بھی موجودہ دور کے تقاضوں کے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ نئی تکنیکوں سے واقفیت حاصل کر سکیں ۔

۳۔ تیسری وجہ ہمارے ملک میں شماریات جیسے مضمون میں ریسرچ کا فقدان ہے جس کی وجہ چاہے کچھ بھی ہو لیکن یہ بات ہمارے طالبعلموں کے ساتھ ساتھ ان کے اساتذہ کے لیئے بھی تکلیف کا باعث ہو سکتی ہے اس لیئے شماریاتی ماہرین کو چاہیئے کہ وہ ایسے طالبعلم پیدا کریں جو کہ ریسرچ کر سکیں اس کے لیئے ہمارے شماریاتی ماہرین کو چاہئے کہ وہ طالبعلموں کو ریسرچ کی طرف راغب کرنے کے ساتھ ساتھ انکو سہولتیں بھی فراہم کریں تاکہ شماریات جیسے مضمون کا مستقبل پاکستان میں

Scanned with CamScanner
CamScanner

بھی تابناک ہوسکے

۴۔ چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں خالص شماریاتی آسامیوں پر ریاضی دانوں، معیشت دانوں، کمپیوٹر سائنس کے ماہرین اور دوسرے افراد کو تعینات کردیا جاتا ہے۔ جو کہ شماریات کے لیے اور خود ملک کے لیے نقصان کا باعث ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ جس شعبے میں بھی اعداد و شمار کی کبھی گڑبڑ ہوئی وہ ان ہی لوگوں کی موجودگی کی مرہونِ منت تھی کیونکہ خالص شماریاتی آسامیوں پر شماریات دان ہی کامیابی سے کام کرسکتے ہیں اور غیر متعلقہ افراد شماریاتی مسائل سلجھا تو نہیں سکتے البتہ الجھا ضرور سکتے ہیں اس صورتحال کے پیشِ نظر ہمارے شماریاتی ماہرین اور شماریاتی تنظیموں کو مؤثر آواز اٹھانے اور اقدامات کرنے کی ضرورت ہے تاکہ پاکستان کے ساتھ ساتھ شماریات کے مستقبل کو بھی محفوظ کیا جاسکے۔

۵۔ پانچویں اور آخری وجہ اطلاقی شماریات دانوں کی ایمانداری ہے ہمارے شماریات دان حکومت یا کسی اور کے دباؤ کے بغیر جو کچھ مشاہدہ کریں بلاخوف و خطر اس کو بیان کریں۔ کیونکہ ان کی رپورٹیں ہی کی بنا پر مستقبل کی پلاننگ کا دارو مدار ہے اس لیے ضروری ہے کہ شماریات دان ایماندار ہوں۔

مسکراتے رہو

مراسلہ: فہمیدہ کوثر

ایک صاحب کا جوتا تنگ تھا۔ چلنے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ کسی نے پوچھا۔

"جوتا کہاں سے لیا ہے"، چلے بھنے لوتھے ہی۔

"بولے" درخت سے توڑا ہے"۔

دوسرا بولا: "بڑی جلدی کی آپ نے۔ ایک ہفتہ ٹھہر جاتے تو جوتا پورے ناپ کا ہو جاتا"۔

★۔ ایک دوست دوسرے سے "کہتے ہیں میرے گانے سے پانی کھولنے لگتا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟

دوسرا دوست:۔ "ہوسکتا ہے۔ خون کھولتا ہوا تو خود کئی بار مجھے بھی محسوس ہوا ہے"۔

★۔ منا (باجی سے) "بارش کا پانی کہاں جاتا ہے؟"

باجی:۔ (جو پہلے ہی غصے میں بیٹھی تھیں)۔ "میرے سر میں"۔

منا:۔ (معصومیت سے)۔ تب ہی آپ کی ناک بہتی رہتی ہے۔

★۔ ایک اداکار اپنے دوستوں کی جھرمٹ میں بیٹھا ہوا کہہ رہا تھا۔

"کل رات اسٹیج پر میری اداکاری دیکھ کر لوگوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے"

ایک دوست بولا:۔ "ناممکن۔ اتنے سارے لوگ ایک ہی وقت میں کیسے جماہی لے سکتے ہیں"۔

★۔ ایک بچی جب پہلے دن اسکول سے واپس آئی تو اس نے اپنی امی سے کہا۔ "میں اپنا وقت برباد کر رہی ہوں۔

امی:۔ وہ کیسے؟۔

بچی:۔ "نہ مجھے پڑھنا آتا ہے نہ لکھنا آتا ہے اور اسکول والے مجھے کھیلنے بھی نہیں دیتے۔

از قلم :- آخوندزادی آلسہ رعناء کنول -

زبان

جملہ اعضاء جسمانی ایک چھوٹا سا عضو نرم گوشت کا لوتھڑا. منہ کے اندر پردے ہیں بتیس محافظین کے درمیان زبان ہے. عضویات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عضو کی دوہائی ہے یعنی ہاتھ دو، ٹانگیں دو، آنکھ دو، کان دو لیکن زبان ایک ہے. اسی لیئے زبان کی پاسداری انسان کی صداقت اور حسن شرافت کا معیار قرار دیا گیا ہے. یہی زبان ہے جو صادق القولی سے مکرم بناتی ہے شائستہ الفاظ کی ادائیگی سے معظم با اخلاق و باکردار بناتی ہے یہی زبان ہے کہ ہمہ وقت ذکر اللہ سے ولی بنا کر انسان کو اللہ کا دوست بناتی ہے. یہی زبان ہے جس کے ذریعے بغیر تحریر کے انسان رشتہ عمل میں آتے ہیں. یہی زبان ہے بھٹکے ہوؤں کو راہ بتاتی ہے. یہی زبان ہے جو شکستہ دلوں کو جوڑ کر محبت و اخوت کی لڑی میں پرو کر یگانگیت پیدا کرتی ہے.

زبان بدلتی ہے رنگ کیسے کیسے.

- یہی زبان ہے جو جھوٹ بول بول کر انسان کو حقیر کرتی ہے. یہی زبان ہے جو غیر موزوں الفاظ کے ذریعے انسان کے جامعۂ شرافت کو چاک کر دیتی ہے. یہی زبان ہے کہ بدکلامی سے انسان کے اخلاق و کردار کو داغدار کر دیتی ہے. یہی زبان ہے جو بار بار بدلنے سے انسان کا اعتبار بدل دیتی ہے

یہی زبان ہے جو لغو اور فضول باتوں سے انسان کی ذہنی ارتقاء کو روک دیتی ہے. اسی لیئے اللہ نے قرآن میں فرمایا کہ لغو باتوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو. (سورۃ مومنون).

- یہی زبان ہے جو فحش کلامی سے اللہ اور اسکے رسول کو ناراض کرکے انسان کا ٹھکانہ جہنم میں بناتی ہے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زبان کا غلط استعمال انسان کو اوندھا کرکے جہنم میں لیجائے گی. یہی زبان ہے جو اہلِ ایمان کو منافق بناتی ہے یہی زبان ہے جو محبت بھرے دل میں نفرت بیدار کرکے جدائی تک کرا دیتی ہے. یہی زبان ہے جس سے فتنہ فساد پیدا ہوتے ہیں. ہزاروں معصوم بے گناہ جانیں ہلاک ہوتی ہیں اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو ورنہ بند رکھو. زبان کے اسلوب کے سلسلہ میں قرآن کریم میں متعدد جگہ تاکید آئی ہے اور احادیث میں بھی. ایک جگہ اللہ نے فرمایا جب بات کیا کرو تو سیدھی کیا کرو. غالباً یہ آیت خطبہ نکاح میں بھی پڑھی جاتی ہے نرم گفتاری کے سلسلے میں بھی اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو جب فرعون کے پاس گفتگو کے لیئے جانے کا حکم دیا تو فرمایا کہ نرم لہجہ میں گفتگو کرنا. غرض یہ ہے کہ زبان ہی ہے جو کڑوی بھی ہے میٹھی بھی.

زبان ہی ہے جو تلوار بھی ہے اور تلوار کے گھاؤ کا بھی

زبان ہی ہے جو دودھ کا ابال بھی ہے اور دہی کا سا جماؤ بھی

اگر اسکا استعمال سمجھ کر کریں تو قدرت کا بہترین عطیہ ہے.

انشائیہ ہلالہ بی اے

میں اور میرا سایہ

اپنی تنہائیوں سے گھبرا کر سائیں سائیں کرتے شہر میں اور اس کی ویران فضاؤں سے اکتا کر میں چلی جا رہی تھی۔ دھیرے دھیرے، اداس اداس، بوجھل بوجھل کچھ سوچتی ہوئی۔ کیا میں نہیں چاہوں گی کہ میرے ہر طرف خوشیاں ہوں، ہمیشہ زندگی خوشیوں کا گہوارہ ہو، میرے ہر طرف، ہر جگہ میرے ساتھ ساتھ پھول اور خوشبو کا سنگم پل پل ہر گھڑی اپنی اپنائیت کا احساس دلانے والے مجھے اپنا بنانے کے لیے وفا اور خلوص کے پیکر میرے چاروں طرف پھیلے ہوئے دکھ سکھ کے ساتھی میں نے جن سے پیار کیا۔ مگر وقت کے ساتھ ہی حالات کے کروٹ بدلتے ہی مجھ سے رفتہ رفتہ جو میرے اپنے تھے میرے احباب تھے میرے خواہ تھے میرے دوست تھے میرے چاہنے والے پتہ نہیں کیوں دور ہو جاتے ہیں۔ بہت دور چلے جاتے ہیں۔

یہ ہی سوچتے سوچتے اشکوں کے بوجھ سے گردن جو جھکی تو یہ دیکھ کر من کو شانتی ملی کہ میرا سایہ تو میرے ساتھ ہے۔ میرا اپنا سایہ میرا وجود میری ذات جس کی آئینہ دار میرے دم سے قائم و دائم ہے۔ میرے ساتھ ساتھ، چپکے چپکے، آہستہ آہستہ قدم بہ قدم چل رہا ہے میری تنہائیوں کو سمیٹے اپنی قربت کا احساس دلاتے ہوئے۔ پھر جب سورج ڈھلا اندھیروں کی چادر پھیلی تو وہ بھی چلا گیا۔ بنا بتائے ہوئے نہ جانے کہاں کس طرف میں نے دیکھا ہر سو ہر سمت چھٹی چھٹی۔ اشکبار آنکھوں سے مگر بے سود وہ تو جا چکا تھا روشنی کے ساتھ ہی اندھیروں کے آتے ہی۔

تب ہی میلاد۔ بن جانا اپنی شبیہہ کا مطلب زندگی کی دشواریوں کے ساتھ ہی جب اچھے دن روٹھ جاتے ہیں۔ بہاروں کے موسم بیت جاتے ہیں تو پھر دوستوں کا سائبان کچھ نہیں رہتا۔ کوئی پاس نہیں پھٹکتا کوئی بھی نہیں رہتا حتیٰ کہ اپنا سایہ بھی

کیا سب ایسے ہوتے ہیں۔

دھیان آئے نہ کبھی دل میں خود آرائی کا

ضبط کی تاب نہ یارا ہے شکیبائی کا۔
اب خدا حافظ و ناصر دل سودائی کا

مجھ سے حق چھین لیا ہے میری گویائی کا
یہ صلہ مجھ کو ملا ہے میری سچائی کا

شرف سنگ دریا جو بخشا مجھ کو
کر سلیقہ بھی عطا ناصیہ فرسائی کا

لغو حرکات سے پرہیز، گناہوں سے پرہیز
فائدہ کم تو نہیں گوشۂ تنہائی کا

کفر و ایماں کی لڑائی میں یہ ممکن ہی نہیں
خوف درپیش ساماں کو ہو پسپائی کا

سیر کر سکتا نہیں گلشنِ مقصود کی تو
خوف ہے اگر بادہ پیمائی کا

اپنے انجام پہ انسان اگر غور کرے
دھیان آئے نہ کبھی دل میں خود آرائی کا

نام میرا ہے مگر کام یہ سب ہے تیرا
کیا طریقہ ہے مری حوصلہ افزائی کا

حسن سیرت کا ہو فقدان اگر انسان میں
کوئی مصرف نہیں رعنائی و زیبائی کا

دیکھ کر شاخ پہ شادابیٔ گل کا انجام
دل لرز اٹھے نہ کس طرح تماشائی کا

موت کا ذکر بھی ہو فکر بھی محشر کی
ہے تقاضا یہی عاجز تیری دانائی کا۔

مراسلہ: طیّبؔ حمید

Scanned with CamScanner CamScanner

:۱:

بادلوں کے درمیاں سے سورج نے جھانکا
سمٹ گئی رات ہو گیا اجالا

بولنے لگے پرندے رنگ برنگی بولیاں
گونج اٹھا چمن سارا کا سارا

بھیگ گئیں شبنم سے تمام کلیاں
سبز پیڑوں کو بھی آگیا پسینہ

دور ایک ٹیلے پہ آنچل سا جھلکا
حسین خیال تصور میں جھلملا اٹھا

:۲:

غموں کا کارواں نہ رُکنے والا
وقت کی طرح آگے بڑھنے والا

کیا فنا سب تمہارے نام پہ
صلہ دیا کبھی نہ بھولنے والا

حالِ دل اپنا جب معلوم کیا
تھا اک جذبہ سرد پڑنے والا

تنگ آ چکے زیست سے ہم
ہر لمحہ جیسے جان نکالنے والا

لیا دل سے مرے غیر کا بدلہ
جو تھا دھبہ وفا پر لگنے والا

دریائے غم کی موجوں ذرا ٹھہرو
غم کا سیپ ہے کُھلنے والا

شدتِ غم سے تنگ آ کر
آنکھ سے آنسو ہے بہنے والا

پیمانۂ صبر لبریز ہو جانے سے
غم کا ساگر ہے چھلکنے والا

ختم کیا رشتہ اس خدائی سے
جہاں تم جیسا دل رکھنے والا

:۳:

یادِ غم جدائی نے پریشان کیا
تیری محفل نے ہمیں رسوا کیا

تصویرِ غم بنے بیٹھے ہو ستم
دیکھ گماں ہوتا ہے نجانے کیا

گئے جب بھی کسی محفل میں
سب نے ہم سے تیرا ذکر کیا

موسمِ بہار کی کھلتی کونپلیں
کرتی ہیں سوال نہ جانے کیا کیا

جو تھے کل اپنے آج بیگانے ہوئے
وقت دکھاتا ہے رنگ کیا کیا

:۴:

دی خبر رقیب نے پھر تیری
اسے دیتا ہوگا کون خبر میری

ہزار ٹکڑے ہو گئے دل کے پھر بھی
چاہتا ہے وہ کرے باتیں تیری

مدت ہوئی اسے دیکھے ہوئے
ہے مورت وہی دل میں میری

ختم کیے سارے رشتے اس نے
پھر بھی نہ گئی بری عادت تیری

غزلیات حمیرہ ضمیر

Scanned with CamScanner

"انسانی سوچ"

انسان مٹی سے بنا ہے۔ ار یا عناصر یعنی ہوا آگ۔ پانی، مٹی کا مجموعہ ہے۔ اس میں خون، بلغم، صفرا سودا کا خمیر شامل ہے۔ تخلیق میں قدرت کا بہترین شاہکار ہے۔ پھر پوچھتے ہیں۔ انسان کیا ہے۔ کچھ کہتے ہیں۔ انسان ارتقائی حیوان ہے۔ کچھ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ حیوان ناطق ہے۔ یہ کیا ہے۔ کسی نے نہیں پہچانا۔ لیکن پھر بھی کافی غور کیا کہ انسان کیا ہے اس کی شکل یہ نظر آئی۔ کہ بچپن میں فرشتہ۔ جوانی میں شیطان اور بڑھاپے میں احمق سمجھا جاتا ہے اگر شادی کرلے تو لوگ کہتے ہیں کہ زندگی جانوروں کی مانند ہے اگر کنوارہ رہے تو کہتے ہیں کہ اس کا چال چلن صحیح نہیں ہے اگر وہ کھاتے پینے والا انسان ہو تو لوگ اسے خطرناک سمجھتے ہیں اور اس کے برعکس ہو تو کہتے ہیں کہ بخیل ہے۔ اگر غریب ہے تو فضول ہے۔ اگر امیر ہے تو مغرور ہے اگر خیرات کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ شہرت کا بھوکا ہے۔ اگر خیرات نہیں کرتا تو کہتے ہیں کہ انسان کاہے کا ہے۔ حیوان ہے اگر مذہب سے دور رہتا ہے تو بندہ گنہگار ہے۔ مذہب سے دلچسپی لیتا ہے تو مکار کہلاتا ہے اگر وہ خوش رہ کر مزاحیہ باتیں کرتا ہے تو کہتے ہیں اسکا کتے کا دماغ ہے۔ اگر چپ رہ کر گزارہ کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ کم عقل ہے اور ہر ایک اس کی عزت پر حملہ کرنے کی سوچتا ہے۔ اگر وہ دونوں کے مابین سنجیدہ رہتا ہے تو کہتے ہیں کہ مردہ ضمیر ہے اور مطلب پرست ہے اگر وہ عہدہ داری کرتا ہے تو کہتے ہیں کہ لالچی ہے۔ اس طرح رحم دل دغا باز کہلاتا ہے صاف گو بد زبان کہلاتا ہے غرضیکہ دنیا میں آنے کے بعد ہر شخص اسے چومتا ہے۔ دنیا سے جاتے سے پہلے آدمی ٹھوکریں مارتا ہے۔ لیکن اگر وہ جوانی میں مرجائے تو دنیا کہتی ہے ہو نہار تھا اور اگر زندہ رہے تو اسکے ساتھ ذلت آمیز سلوک کیا جاتا ہے۔ گویا جہان میں انسان سے بڑا کوئی اور نہیں اور یہ بھی ہے کہ انسان سے بڑی یا عظمت کوئی اور مخلوق بھی نہیں پھر انسان کیا ہے۔ یہ ایک عقل کا پھیر ہے۔ اگر انسان میں عقل درایت ہے تو یہ اشرف ہے۔ عقل سلیم ہے تو یہ بہترین شاہکار ہے۔ اور اگر عقل کوتاہ ہے۔ تو یہ حیوان ناطق ہے۔

الفرض یہ اپنی اپنی سوچ ہے۔

الغراض (آخوندزادی آنسہ شاہینہ کشور)

معاشرے میں برادری کی اہمیت

ایک مشہور فلسفی کا قول ہے کہ انسان معاشرتی جانور ہے اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کے وجود اور اس کی جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کا پروان۔ چڑھنا معاشرے کا مرہونِ منت ہے کوئی شخص خواہ کتنا ہی لائق و فائق ہو معاشرے اور لوگوں کے بناء ادھورا ہے اسکی ذہنی اور تخلیقی صلاحیتیں اس وقت تک ناکارہ ہیں جب تک کہ اس کو آس پاس لوگ نہ ملیں۔

Scanned with CamScanner

اگر ہم انسانی ارتقاء کے زمانے کی طرف جائیں تو یہ بات ہمیں وہاں پر بھی ملے گی کہ انسان اپنے ہم ذات کے ساتھ ہی رہ کر خوش رہ سکتا ہے جب خداوند تعالیٰ نے آدم کو تخلیق کیا تو اس کے آرام و سکون کے لئے حسین و جمیل جنت بھی بنائی جس میں میوہ جات کے ڈھیر تھے اور آرام کی ہر ممکن سہولت وہاں میسّر تھی لیکن ان تمام آسائشات کے باوجود آدم خوش نہ تھے چنانچہ خداوند تعالیٰ نے اپنی قدرت سے آدم کی دلجوئی کے لئے حوّا کو تخلیق کیا۔

چنانچہ اس تمہید سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ انسان اپنے ہم ذات کے ساتھ رہتے ہوئے ہی خوش رہ سکتا ہے انسانوں کے ساتھ رہنے ہی سے معاشرہ تخلیق پاتا ہے۔ انسانوں کے اسی ملاپ کو ہم عرفِ عام میں برادری کا نام دیتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ برادری کے وجود کی ضرورت کیونکر پیش آتی ہے تو اس ضمن میں عرض یہ ہے کہ انسانوں کے مل بیٹھنے سے ایک دوسرے کے کئی مسائل سامنے آتے ہیں اور پھر ان مسائل کا اجتماعی حل صرف اور صرف برادری کے وجود ہی سے ممکن ہے کیونکہ جب برادری کے لوگ اکٹھا ہوتے ہیں اور ان میں سے ان کے بڑے چھوٹوں کو مشورے اور ان کے مسائل کا حل بتاتے ہیں تو ہماری روزنہ مرہ زندگی میں ایک نیا ہی رنگ آجاتا ہے برادری کی اہمیت و افادیت اس عنوان سے بھی واضح ہوتی ہے کہ آج ہم اور آپ جس مادّیت پرست دور میں سانس لے رہے ہیں جہاں زر، زمین اور زور جیسے اصول کارفرما ہیں تو ایسے میں یہ برادری ہی ہے جو لوگوں میں باہمی تعاون پیدا کرتے ہوئے انہیں یہ سبق سکھاتی ہے کہ امراء اور فقراء سب ایک ہی ہیں اور ان میں کسی قسم کا کوئی امتیاز نہیں اس کے علاوہ برادری کا ایک اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان کو اکیلے پن کا احساس نہیں ہوتا اگر وہ کسی پریشانی کا شکار ہوتا ہے تو اپنے عزیز رشتہ داروں کو بتا کر جو ایک برادری کی شکل میں ہوتے ہیں، اگر اپنے مسئلے کا حل نہیں بھی پاتا ہے تو کم از کم دوسروں سے غور و فکر کرکے اپنا بوجھ ایک طرح سے ہلکا کر لیتا ہے۔

برادری کے قیام کا حکم تو ہمیں اسلام کی تعلیمات سے ملتا ہے چونکہ اسلام ایک بے مثال نظامِ حیات پیش کرتا ہے اس لئے اس نے بھی ایک جماعت ہو کر رہنے کی تلقین کی ہے اور اپنے پیروکاروں کو یہ حکم دیا ہے کہ متحد ہو کر رہیں تاکہ خدا کی رحمتوں سے مستفید ہو سکیں حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ

خدا کا ہاتھ جماعت پر ہے

ان تمام گذارشات کے بعد ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ برادری کا وجود اور اس کا قیام درحقیقت معاشرے اور قوم کا استحکام ہے بصورت دیگر معاشرے میں پھوٹ پڑنے کے امکانات روشن اور عیاں ہو جاتے ہیں۔ (از۔ سعدیہ انیس بنت انیس احمد شیخ)

Scanned with CamScanner

تشریحات

شبانہ پروین
بی اے سال اوّل

خوب صورت

ہر وہ لمحہ خوبصورت ہوتا ہے جس کی تاثیر ضائع نہ ہو۔ جس طرح بعض لوگ زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں اس پر خراشیں ڈالتے ہیں یا اپنا کوئی نقش چھوڑ جاتے ہیں۔ ان کی پہچان ہوتی ہے۔ زندگی کے سب لمحے خوب صورت ہوتے ہیں، وہ دکھ کے ہوں یا خوشی کے، امید کے ہوں یا مایوسی کے، ان کی اپنی شناخت ہوتی ہے۔

دوستی

دوستی کے جذبات ایک شفاف پانی کے چشمے کی طرح ہوتے ہیں۔ بارش کی بوندوں کی پاکیزہ۔ چاندنی کی طرح ٹھنڈی۔ روشنی کی طرح پُرسکون۔ ستاروں کی طرح چمکتا اور سورج کی کرنوں کی طرح دمکتا پُرخلوص بندھن

عورت

خاردار شاخ کو پھول دلکش بناتے ہیں اور غریب کے گھر کو سمجھدار عورت جنّت بنا دیتی ہے۔ ہر بلند مرد کی رہنمائی عورت کے شیریں الفاظ کرتے ہیں۔

تنہائی

تنہائی کہنے کو ایک عام لفظ ہے مگر جس کی گہرائی سمندر سے زیادہ اور وسعت آسمانوں سے زیادہ وسیع ہے کوئی تنہا ہو کر بھی تنہا نہیں ہوتا۔ کسی کی حسین باتیں، ہنستے دنوں کی حسین یادیں، اس کے اِرد گرد کسی میلے کی طرح بکھری ہوتی ہیں اور کوئی بھرے میلے میں رہتے ہوئے تنہا ہوتا ہے۔ اس کا سایہ بھی اس کا ساتھ نہیں دیتا۔ اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور یہ تنہائی صرف اس کا مقدّر ہے۔

زندگی کا سفر

میں نے بار بار اِس موضوع پر غور کیا کہ موت کیا چیز ہے اور زندگی کا اس سے کیا رشتہ ہے اور ان میں کیا فاصلہ ہے۔

ایک دن میں نے ایک جہاز دیکھا جو ساحل سمندر سے روانہ ہوا اور آہستہ آہستہ دُور افق میں غائب ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کہا چلا گیا۔ میں نے سوچا کہ یہاں لوگ اس کے چلے جانے کا ذکر کر رہے ہیں لیکن دور کہیں ایک اور ساحل ہوگا۔ جہاں لوگ اس کے آنے کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ اور ایک ایسے دیکھ کر کہیں گے "وہ آگیا"۔ میں نے سوچا اسی کا نام موت ہے۔ ایک پرانی زندگی کا الوداع اور ایک نئی زندگی کا طلوع۔

Scanned with CamScanner

افشاں ہلال

کردار سازی میں عورت کا مقام

کسی بھی فرد انسانی کو متاثر کرنے کے لیئے صبر و تحمل، تسلیم و رضا، صبر و استقلال، ذہانت و فطانت، اور نرمی و نرم گفتاری نہایت اہم اوصاف ہیں انسانی معاشرے کی کم و بیش نصف آبادی یعنی خواتین مندرجہ بالا اوصاف کی بدرجہ اُتم حاصل ہونے کی وجہ سے اثر انداز ہونے کی بے پناہ صلاحیت کی حامل ہے۔ خواتین میں استقامت صبر، تسلیم و رضا شیریں و سخنی اور مقصد کے لئے لگن وغیرہ تو (UNIVERSAL TRUTH) آفاقی حقائق کی حیثیت سے مسلمہ اوصاف ہیں لیکن اس کی فراست، معاملہ فہمی اور دانشمندی کو کچھ غیر دانشمند لوگ تسلیم کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں۔ ہم یہاں چند مثالوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے عورتوں کی دانشمندی ظاہر ہوتی ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ حوا زادے اماں حوّا پر حضرت آدم علیہ السلام کو ورغلانے کا الزام لگاتے ہیں۔ تو اسطرح گویا اپنی ناسمجھی کی وجہ سے غیر شعوری طور پر عورتوں کی ذہانت کا اعتراف کر لیتے ہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے ورغلانے میں وہی آئے گا جو دانشمند نہ ہو اور ورغلا وہی سکتا ہے جو ذہین ہو۔ پھر حوا زادیاں ابن آدم کو اکثر و بیشتر اپنی منشا کے مطابق چلاتی رہی ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مرد کو بادشاہ اور عورت کو وزیر تسلیم کیا جاتا ہے۔ جبکہ عام طور پر بادشاہ کو بھولا اور وزیر کو زیرک مانا جاتا ہے۔ تو یوں یہ بھولے بادشاہ یعنی مرد بھولپن میں اپنے باطل دعوے کی قلعی خود ہی کھولتے ہوئے عورت کو زیرک تسلیم کر لیتے ہیں۔ ویسے اگر کسی نادان کو اعتراض ہو تو تعلیمی امتحانات کے نتائج اٹھا کر دیکھ لے! کیونکہ ہم اصل نفس مضمون کو اس تصید کی طوالت کی نذر نہیں کر سکتے ورنہ ہزار ہا مثالوں، تاریخ کے حوالوں اور علماء حکماء کے مشاہدوں تجربوں اور اقوال کے دفتر کے دفتر ہماری بات کی صداقت ثابت کر دیتے ہیں۔ مرد بے شک طاقت کا مظہر ہے۔ تحفظ فراہم کرتا ہے۔ روزگار لے کر آتا ہے وہ اپنی آن پر جان دے سکتا ہے۔ قول کا کیا بات کا سچا ہوتا ہے۔ اپنی وطن کی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے۔

مگر مردوں نے عورتوں کے حسن و جمال کے ختابر کو بڑھنے انہیں تزئین و آرائش کا سامان بنایا نیز حسن و نور کا مظہر بنا لایا۔ مگر اس کو کم عقل گردانا لیکن نادانستگی میں اکثر و بیشتر اس کی ذہانت کا اعتراف کر لیا یوں اگرچہ اس کی اعلیٰ تر صفات اور ارفع تر مقام کو فراموش کرنے کی کوشش کی مگر روز مرہ زندگی کی ہزاروں مثالیں ان کی اس کوشش کو سعی رائیگاں بنائے ہوئے ہیں۔

آئیے ذرا غور کریں خواتین انسان کے کردار کو بنانے میں کس حد تک مردوں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں۔ ہم جس معاشرے میں سانس لے رہے ہیں۔ اس میں کم و بیش آدھی آبادی عورتوں پر مشتمل ہے اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی انسان معاشرہ سے متاثر نہ ہو جبکہ قبولیت کا مادہ اس کی فطرت میں ہے یوں گویا عورتیں انسانی کردار کی تعمیر میں برابر کی حصہ دار ہیں۔ عورت کو خدا نے تخلیق کے مقدس فرض کے لیے تخلیق کیا ہے۔ اور ہر شخص اپنی ماں سے بہت سی خصوصیات ورثہ میں لیتا ہے (ماں پر پوت) مشہور مثل ہے۔

Scanned with CamScanner
CamScanner

اس طرح بچہ پیدا ہوتے سے بلکہ اس سے پہلے سے لے کر بچپن کی سرحد عبور کرنے تک براہِ راست ماں کے زیر اثر ہوتا ہے اور نفسیات سے دلچسپی رکھنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ پہلے چھ سال میں سیکھا ہوا علم باقی پوری زندگی میں حاصل کئے گئے علم کے برابر ہوتا ہے جو بچہ اپنی ماں یعنی عورت سے حاصل کرتا ہے کیا یہ اٹل حقیقت جھٹلائی جاسکتی ہے اگر پاک مریم کا وجود نہ ہوتا تو کوئی عیسیٰ جنم نہ لیتا۔

جب بچہ جوان ہوتا ہے تو کسی بہن یا ماں کا آسرا لیتا ہے اگر ان سہاروں کی بات نہ ہو تو کسی خاتون کی نگاہ التفات کا متمنی ہوتا ہے۔ بلکہ اکثر و بیشتر تو بیچارا اشارہ ابرو پر جان تک دینے کی تیاری کر لیتا ہے۔ کیا بغیر عورت کے وجود کے پہاڑوں کو کاٹ کر دودھ کی نہر نکالی جاسکتی تھی۔ کیا بغیر عورت کے کوئی مجنو پیدا ہو سکتا تھا۔ کیا ہیر کے بغیر رانجھا کچھ کر سکتا تھا۔ دودھ کا پیالہ دینے والا مجنوں وجود زن کا ہی کرشمہ تھا۔

دراصل عورت کبھی ماں بن کر، کبھی شریک سفر بن کر، کبھی بہن کے روپ میں اور کبھی ایک بیٹی کی شکل میں قدم قدم پر مرد کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اور اس کی شخصیت و کردار کی تعمیر میں اہم کردار انجام دیتی ہے۔ مادرِ ملت نے بہن کی حیثیت سے قائداعظم کی معاونت کی تو حکیم الامت علامہ اقبالؒ ماں کی قبر پر تاثیر کے سائل نظر آتے ہیں۔

غرض عورت اعلیٰ ترمقاصد کے حصول میں مردوں کی حوصلہ افزاں اور معاونت کرتی نظر آتی ہے وہ ہر لمحہ ہر آن اور ہر مقام پر مرد کو اپنی فراست و تدبیر، حسن و اخلاق اور دیگر خداداد صلاحیتوں سے کام لے کر زندگی کی شاہراہ پر گامزن رکھے ہوئے ہے اگرچہ تمام عورتیں ایک جیسی نہیں۔ اسی طرح تمام مرد یکساں اوصاف کے مالک نہیں ہوتے۔ نہ ہر زن زن است نہ ہر مرد مرد۔ لیکن یہ تسلیم کئے بغیر بھی نہیں رہا جا سکتا کہ

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز و زیاں۔

Scanned with CamScanner CamScanner

زندگی کے بہترین اصول

۱۔ کھاؤ	←	اعتدال کے ساتھ
۲۔ نہاؤ	←	پابندی کے ساتھ
۳۔ سانس لو	←	روانی کے ساتھ
۴۔ آرام کرو	←	وقفوں کے ساتھ
۵۔ عطا کرو	←	فیاضی کے ساتھ
۶۔ جیو	←	حوصلے کے ساتھ
۷۔ خرچ کرو	←	سمجھ کے ساتھ
۸۔ بولو	←	اختصار کے ساتھ
۹۔ خدمت کرو	←	آمادگی کے ساتھ
۱۰۔ غور کرو	←	گہرائی کے ساتھ
۱۱۔ تمنا کرو	←	استحقاق کے ساتھ
۱۲۔ اعتماد کرو	←	یقین کے ساتھ
۱۳۔ عمل کرو	←	بے غرضی کے ساتھ
۱۴۔ بحث کرو	—	دلیل کے ساتھ
۱۵۔ سوچو	←	جذبۂ تعمیر کے ساتھ
۱۶۔ پیو	←	آہستگی کے ساتھ
۱۷۔ ورزش کرو	←	باقاعدگی کے ساتھ
۱۸۔ کام کرو	←	خوش اسلوبی کے ساتھ
۱۹۔ کھیلو	←	فرصت کے ساتھ
۲۰۔ چلو	←	اعتماد کے ساتھ
۲۱۔ پڑھو	←	انتخاب کے ساتھ

اَوّلینِ پُرسشِ نَمازْ بُوَدْ = مرنے کے بعد سب سے پہلے نماز کے متعلق پوچھا جائے گا۔

سیما نعیم

شادی بیاہ کے موقع پر اسرافِ بے جا

پاکستان میں یوں تو ہر شعبے میں ترقی ہوئی ہے لیکن جو بات حیران کن ہے وہ یہ ہے کہ پاکستانی شادی کے موقع پر دھوم دھام کے زیادہ قائل نظر آتے ہیں۔ منگنی، شادی، ولیمہ کے علاوہ مہندی اور مایوں کی رسومات بھی خوب دھوم دھام سے منائی جاتی ہیں۔ اور دل کھول کر پیسہ خرچ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آرائش و زیبائش سجاوٹ پر بھی روپیہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے۔ شادی کے موقع پر جہیز اور تحفے تحائف کی صورتوں میں کوٹھیاں اور بنگلے دیئے جاتے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ لڑکے کی شادی لڑکی سے نہیں بلکہ اس تمام سامان سے ہوئی ہے۔ آج کل لوگ شادی فریضۂ سنّت سمجھ کر نہیں بلکہ فریضۂ کاروبار سمجھ کر کرتے ہیں۔ اور وہ اس میں بہت حد تک کامیاب بھی ہیں۔ پہلے زمانے میں شادی کی رسومات انتہائی سادگی سے ادا کی جاتی تھیں۔ اور کفایت شعاری سے کام لیا جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے لڑکی والوں پر بھی اتنا بوجھ نہ تھا۔ اور لوگ لڑکی والوں کے احسان مند ہوتے تھے۔ لیکن اب تو شادی بیاہ کے اخراجات اور رسومات غیر ضروری بوجھ بن گئے ہیں۔ لوگ لڑکی سے زیادہ اس کے سامان کی پرواہ کرتے ہیں۔ اور بے چارا لڑکی والا سب کچھ دے کر بھی احسان مند رہتا ہے۔

آج کل شادی بیاہ کی رسومات میں بے جا اسراف کو باعثِ فخر سمجھا جاتا ہے۔ نمود و نمائش کا سلسلہ اتنا آگے نکل چکا ہے کہ اب اس سے دامن بچانا واقعی مشکل نظر آتا ہے۔ شادی سے ایک مہینہ پہلے سے جو ہنگامے بازی شروع ہوتی ہے تو وہ بعد تک جاری رہتی ہے۔ مہندی مایوں میں تو آرائش و نمائش کی انتہا تک ہو جاتی ہے اسراف کا یہ عالم ہے کہ آتش بازی ایک ضروری شے بن گئی ہے۔ جبکہ آئے دن ہم اخبارات میں لوگوں کے ہلاک اور زخمی ہونے کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں۔

درا صل یہ ایک سماجی بیماری بن گئی ہے بلکہ اب تو یہ ایک دائمی بیماری بنتی جا رہی ہے۔ اور ایسے مریض کا انجام کیا ہوتا ہے یہ سب جانتے ہیں لیکن پھر بھی اس میں دن بدن تیزی سے اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

پاکستان کے ایک مخصوص طبقے کو آسانی سے دولت ضرور حاصل ہو گئی ہے۔ لیکن درحقیقت پاکستان آج بھی غریب ملک ہے۔ جہاں لوگوں کو پینے کا صاف پانی بھی مہیّا نہیں۔ جہاں بہت سے لوگوں کو دو وقت کی روٹی

بھی نہیں ملتی۔ جہاں علاج معالجے کی مکمل سہولیات بھی نہیں۔ اور ایسے ملک میں اس قسم کی فضولیات میں بے انتہا پیسہ ضائع کرنا ایک غلط فعل قرار دیا جا سکتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں رسومات کا رواج اتنا بڑھ گیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ کیا امیر کیا غریب سب ہی اس کی لپیٹ میں آگئے ہیں۔ چاہے استطاعت ہو یا نہ ہو شادی بیاہ کے موقع پر بڑھ چڑھ کر خرچ کرنا ایک لازمی حصہ بن گیا ہے۔ جس سے نمٹنے کے لئے آپ چوری کریں یا قرض اٹھائیں۔ ان رسومات اور شان و شوکت کا بھرم رکھنے کے لئے یا تو قرض کا سہارا لینا پڑتا ہے یا پھر نا جائز کمائی کا۔ ورنہ پھر وہ ساری زندگی لوگوں کے طنز بھرے فقرے سنتا رہے۔ ایسے میں اس کے پاس صرف دو ہی راستے ہیں یا تو اپنی بیٹی کو گھر میں بٹھائے رکھے ورنہ اپنی ایمانداری اور سادگی کو بالائے طاق رکھ کر کہیں نہ کہیں سے روپیہ حاصل کرے۔ ہر روز اخبارات میں انتہائی شان و شوکت سے منعقد کی جانے والی شادیوں کی خبریں اور تصاویر شائع ہوتی ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی نظر میں پیسے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ وہ اپنی شان و شوکت دکھانے کے لئے زیادہ سے زیادہ اسراف کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ انہیں شہرت حاصل ہو۔ لیکن ان تمام باتوں سے ایک سوال جو بار بار ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ ہماری اس قوم کا آگے چل کر کیا بنے گا۔

(بقیہ:۔ مسکرائیے)

امریکہ میں اغوا کرنے والے ایک گروہ نے ایک شخص کو پیغام دیا کہ:۔

"اگر آپ نے دو دن میں چار ہزار ڈالر ادا نہ کئے تو ہم آپ کی ساس کو چھوڑ جائیں گے"

ایک آدمی نے مولوی صاحب سے پوچھا۔ "ریل میں سفر کرتے ہوئے نماز کس طرف منہ کر کے پڑھنی چاہیئے؟
جواب ملا:۔ اپنے سامان کی طرف۔

Scanned with CamScanner

محمد ایاز

سفر میں راہ کے آشوب سے نہ ڈر جانا
ملے جو آگ کا دریا تو پار کر جانا

یہ اک اشارہ ہے آفاتِ ناگہانی کا
کسی جگہ سے پرندوں کا کوچ کر جانا

یہ انتقام ہے دشت بلا سے بادل کا
سمندروں پر برستے ہوئے گزر جانا

تمہارا قرب بھی دوری کا استعارہ ہے
کہ جیسے چاند کا تالاب میں اتر جانا

عجب ہے رزم گہہ زندگی کا یہ انداز
اسی نے وار کیا جس نے بے سپر جانا

ہم اپنے عشق کی اور کیا شہادت دیں
ہمیں ہمارے رقیبوں نے معتبر جانا

ہمارے دم سے ہی آوارگی شب تھی ہمیں
عجیب لگتا ہے اب شام ہی سے گھر جانا

کچھ ضروری نہیں ہر اشک کا گوہر ہونا
ہر تماشے کو میسّر نہیں منظر ہونا

ایک آنسو میں ڈوب کر ہوئیں قلزم آنکھیں
یاد رآیا ہمیں قطرے کا سمندر ہونا

میں بھی دریا کی طرح آؤں گا چل کر تم تک
ظرف میں تم بھی سرِ شام سمندر رہنا

ہم نے پسپائی بھی دیکھی سو ہم جانتے ہیں
کوئی آسان نہیں ہارا ہوا لشکر ہونا

زخم لفظوں سے بھی لگ جاتے ہیں نشتر کی طرح
تم نے خود دیکھ لیا پھول کا پتھّر ہونا

اُن در و بام کی حسرت نہیں دیکھی جاتی
جن کی تقدیر میں لکھا ہے مرا گھر ہونا

ٹھیرے ہوتے طوفان کا منظر نہیں دیکھا
دیکھو مجھے گر تم نے سمندر نہیں دیکھا

گذرا ہوا لمحہ تھا کہ بہتا ہوا دریا
پھر میری طرف اُس نے پلٹ کر نہیں دیکھا

نفرت بھی اسی سے ہے پرستش بھی اسی کی
اس دل سا کوئی ہم نے تو کافر نہیں دیکھا

خواہش کو یہاں حسب ضرورت نہیں پایا
حاصل کو یہاں حسب مقدر نہیں دیکھا

کیا ڈوبنے والے پہ گذرتی ہے قیامت
تم نے تو یہ ساحل سے بھی منظر نہیں دیکھا

کیا ہوگئے ہم عشق میں، اُس کو بھی خبر ہو
کیوں ہم سے زمانے نے الجھ کر نہیں دیکھا

دعویٰ تو بہت اُس نے کیا ہم سفری کا
دو گام مگر ساتھ نبھا کر نہیں دیکھا

*

ہم نے ہر راستہ بے خوف و خطر کاٹ دیا
تن تنہا یہ محبّت کا سفر کاٹ دیا

کتنے بے مہر ہیں یہ شہر بسانے والے
جس کی چھاؤں میں پلے تھے وہ شجر کاٹ دیا

اب بھلا کون کرے تاج محل کی تخلیق !
سطوتِ شاہ نے ہر دستِ ہنر کاٹ دیا

ہم نے دیکھا ہے سیاست کا یہ حسنِ انصاف
جس پہ دستار سجی تھی وہی سر کاٹ دیا

*

Scanned with CamScanner

ثریا نجم (حیدرآباد)

اقوالِ زرّیں

۱۔ ماں باپ کی خوشنودی دنیا میں باعثِ دولت اور آخرت میں باعثِ نجات ہے۔

۲۔ انسانوں سے امیدیں قائم کرنے کے بجائے خدا کے سامنے انکساری کرو۔

۳۔ مصیبت ہلاکت کے لئے نہیں بلکہ آزمائش کے لئے ہوتی ہے۔

۴۔ علم و حکمت پیغمبروں کی میراث ہے اور مال و زر فرعون و قارون کی۔

۵۔ جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو وہ درست ہے تب تک کچھ نہ بولو۔

۶۔ محبّت اور عداوت کبھی پوشیدہ نہیں رہتی۔

۷۔ دل کا سکون چاہتے ہو تو حسد سے دُور رہو۔

۸۔ معاف کر دینے سے بہتر اور کوئی انتقام نہیں۔

۹۔ زندگی وہی ہے جو وفاداری، نیکی اور شرافت سے عبارت ہو۔

۱۰۔ شہرت وہی ہے جو نیکی اور خدا ترسی کے صلے میں ملے۔

۱۱۔ زندگی جب تک نیک کاموں کا ذریعہ نہ ہو شائستہ نہیں کہی جا سکتی۔

۱۲۔ محبّت کا رشتہ دل سے ہے۔ وہ ظاہری محبّت فضول ہے جس کا تعلق دل سے نہ ہو۔

۱۳۔ مصائبِ دنیا کو سہل کر اور موت کو ہر وقت پیشِ نظر رکھ۔

۱۴۔ دنیا کے تھوڑے مال پر راضی رہ۔ رزق مقدار پر قناعت کر۔

۱۵۔ طلبِ علم میں شرم مناسب نہیں کیونکہ جہالت شرم سے بدتر ہے۔

۱۶۔ جس کا ارادہ مستحکم اور اٹل ہے وہ دنیا کو اپنے سانچے میں ڈھال سکتا ہے۔

۱۷۔ دولت بہترین خادم اور لیکن بدترین دشمن ہے۔

۱۸۔ کردار ایک ایسا ہیرا ہے جو ہر پتھر کو کاٹ سکتا ہے۔

۱۹۔ آدمی کی اتنی ہی بڑائی کافی ہے کہ وہ مسلمان کو بھائی سمجھتا ہے۔

۲۰۔ بڑے کام کرو مگر وعدے نہ کرو۔

۲۱۔ عقلمند کے سامنے زبان۔ حاکم کے سامنے آنکھ اور بزرگوں کے سامنے دل کو قابو رکھنا چاہیئے۔

Scanned with CamScanner
CamScanner

۲۲ ــــ عالم سے ایک گھنٹے کی گفتگو دس برس کے مطالعے سے بہتر ہے۔

۲۳ ــــ جب کسی قوم کی بربادی خدا کو منظور ہوتی ہے تو وہ ان پر جھگڑے اور فساد کے دروازے کھول دیتا ہے۔

۲۴ ــــ تحریر ایک خاموش آواز ہے اور قلم ہاتھ کی زبان۔

۲۵ ــــ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی زندگی آرام سے گزرے وہ اپنے دل سے لالچ نکال دے۔

مفید اور کار آمد باتیں

۱ ــــ خیرات مال میں اضافہ کرتی ہے۔

۲ ــــ احسان، دشمن کو بھی زیر کر لیتا ہے۔

۳ ــــ عزیزوں کی طرح ملو، بیگانوں کی طرح معاملہ کرو۔

۴ ــــ بچپن کی سنہری صبح میں بڑھاپے کا احساس نہیں ہوتا۔

۵ ــــ کاہلی اور تباہی سگی بہنیں ہیں جو ایک ہی جگہ جنم لیتی ہیں۔

۶ ــــ حقیقت یقین کی ماں ہے۔

۷ ــــ انسان کا سب سے بڑا دشمن اُس کا نفس ہے۔

۸ ــــ جو اپنی ذاتی اصلاح نہیں کر سکتا اس سے دوسروں کی اصلاح ممکن نہیں۔

۹ ــــ زبان اگرچہ تلوار نہیں لیکن تلوار سے تیز ہے۔

۱۰ ــــ خاموشی، فضول گوئی سے بہتر ہے۔

۱۱ ــــ دیکھے کا سادھن گیان ہے نہ کہ آنکھ نیک ہونا سچی شرافت ہے نہ کہ شریف گھر میں پیدا ہونا۔

۱۲ ــــ محبت کے بغیر خوبصورتی زہر ہے۔

۱۳ ــــ دل کی صفائی سب سے زیادہ خوبصورتی ہے۔

۱۴ ــــ جو محبت آپ ماں سے کروگے وہی محبت آپ کی اولاد آپ سے کرے گی۔

۱۵ ــــ دنیا ایک بینک ہے۔ تم کو اس سے وہی چیز ملے گی جو تم نے جمع کی ہے۔

۱۶ ــــ دنیا میں سب سے مشکل کام اپنی اصلاح ہے۔ اور سب سے سہل دوسروں پر نکتہ چینی۔

۱۷ ــــ امن چاہو تو اپنے کان اور آنکھ استعمال کرو۔ لیکن زبان بند رکھو۔

۱۸ ــــ سچ بولنے والا دشمن، جھوٹے دوست سے اچھا ہے۔

۱۹ ــــ دوسروں کی غلطیاں بھول جاؤ لیکن اپنی ایک بھی نہ بھولو۔

۲۰ ــــ آدمی کو خود اس کی ذات کے سوا دوسری کوئی چیز اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

Scanned with CamScanner

مراسلہ = محمدّ ایاز

ایسرِ دشتِ بلا کا نہ ماجرا کہنا
تمام پوچھنے والوں کو بس دعا کہنا

یہ کہنا رات گذرتی ہے اب بھی آنکھوں میں
تمہاری یاد کا قائم ہے سلسلہ کہنا

یہ کہنا چاند اترتا ہے بام پر اب بھی
مگر نہیں وہ شبِ ماہ کا مزا کہنا

یہ کہنا ہم نے ہی طوفان میں ڈال دی کشتی
قصور اپنا ہے دریا کو کیا برا کہنا

یہ کہنا ہار نہ مانی کبھی اندھیروں سے
بجھے چراغ تو دل کو جلا لیا کہنا

یہ کہنا تم سے بچھڑ کر بکھر گیا تشنہ
کہ جیسے ہاتھ سے گر جائے آئینہ کہنا

یہ کہنا مسندِ شاخِ نمو پہ تھا جو کبھی
وہ پھول صورتِ خوشبو بکھر گیا کہنا

*

اپنی طرح کوئی پریشانیوں میں تھا
اے شہرِ درد جو بھی ترے پانیوں میں تھا

میں بھی پھرا ہوں کشتیِ عمرِ رواں لیے
دیکھا سارا شہر کھلے پانیوں میں تھا

کیا میرے زخم دیکھتی دنیا کہ ہر کوئی
مصروف اپنے چاک گریبانوں میں تھا

اے دل تیرے سکوں سے تری رونقیں گئیں
دریا کا سارا حسن ہی طغیانیوں میں تھا

صیّاد و گلفروش ہی خوش بخت ہیں فرازؔ
جو بھی چمن پرست تھا زندانیوں میں تھا

ہوس نظر کو کہیں قرار نہیں
میں منتظر ہوں مگر تیرا انتظار نہیں

ہمیں سے رنگِ گلستاں ہم ہی سے رنگِ بہار
ہمی کو نظمِ گلستاں پہ اختیار نہیں

ابھی نہ چھیڑ محبّت کے گیت اے مطرب
ابھی حیات کا ماحول خوشگوار نہیں

تمہارے عہد و وفا کو میں کیا سمجھوں
مجھے خود اپنی محبّت پہ اعتبار نہیں

نہ جانے کتنے گِلے اس میں مضطرب ہیں ندیم
وہ ایک دل جو کسی کا گِلہ زار نہیں

گریز کا نہیں قائل حیات سے لیکن
جو سچ کہوں تو مجھے موت ناگوار نہیں

یہ کس مقام پہ پہنچا دیا زمانے نے
کہ اب حیات پہ تیرا بھی اختیار نہیں

*

مرا ہی رنگ بریدہ ہر اک نظر میں رہا
ورنہ درد کا موسم تو شہر بھر میں رہا

کسی کو گھر سے نکلتے ہی مل گئی منزل
کوئی ہماری طرح عمر بھر سفر میں رہا

بہت سے لوگ تھے گھل مل کر سب سے باتیں کیں
وہ جس کو میں نے نہ دیکھا مری نظر میں رہا

کچھ اس طرح سے گذاری ہے زندگی جیسے
تمام عمر کسی دوسرے کے گھر میں رہا

وداعِ یار کا منظر فرازؔ یاد نہیں
بس اک ڈوبتا سورج میری نظر میں رہا

Scanned with CamScanner
CamScanner

بالغوں کے لئے چند مشورے

جو بخت کاری کی زندگی کو اہمیت دیتے ہیں اس کی ان میں صلاحیت ہے۔ اور ریٹائر زندگی گذار رہے ہیں ان کی خدمت میں ناصحانہ نہیں بلکہ دوستانہ و عاجزانہ گذارش ہے کہ :-

۱ — شادی امور جو ٹالے نہ ٹلیں، اور ان کا سامنا کرنا پڑ جائے تو ان کو قبول کر لیجیے اور جہاں تک ہو سکے۔ ان سے تعاون کیجیے۔

۲ — جب آپ کا کوئی ساتھی آپ سے بچھڑ کر راہیٔ ملکِ عدم ہو جائے تو آپ ایک اور ہمدم تلاش کیجیے۔ ورنہ مطالعۂ سیرت، قرآن میں تدبر، علمی شغل اور ذکر و فکر کو اپنا ساتھی بنا لیجیے۔ زندگی میں ہچکولے آتے ہی رہتے ہیں۔ خلا بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ حوصلہ اور وقت اس خلا کو پُر کرتا رہتا ہے۔ یہ آپ کی ہمت اور افتادِ طبیعت پر منحصر ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے رزق اور ہدایت پہنچانے کے لئے ایک انسان کو دوسرے انسان کا ذریعہ بنایا ہے۔ لہٰذا انسان اس دنیا میں تنہا نہیں رہ سکتا۔ بس آپ ایک ساتھی ضرور رکھیئے اور مطلوب بنا کر رکھیئے۔ شاید اس کو آپ کی ضرورت نہ ہو۔ لیکن آپ کو ضرورت اس کی ملاقات کی محض اللہ کے واسطے ہو کہ اس کی خدمت کر لیں اور اللہ راضی ہو جائے اور جنت میں بھی رفیق اعلیٰ کا ساتھ ہو۔

۳ — اپنے خیالات لچک، مطابقت اور موافقت کی ہمیشہ گنجائش رکھیئے۔ تعصب سے بچیئے۔ یاد رکھیئے کہ تنقید سے کبھی کسی کی اصلاح نہیں ہو سکتی ہے اور نوجوانوں کو تو اور بھی تنقید کا نشانہ نہ بنائیے۔ ان کو محبت، پیار اور حکمت عملی سے خوب موقع دیجیئے کہ آپ کو اعتماد میں لے کر وہ آپ کو اپنے مسائل اور آپ اپنے مسائل ان کو اچھی طرح سمجھا سکیں۔ خدا کا خوف دل میں بٹھائیے اور یہ ذہن بناتے رہیئے کہ ہر ایک کو اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے۔ انسان کے ایک ایک عضو سے اعمال کی گواہی لی جائے گی۔ اللہ کی بارگاہ میں بغیر مواخذہ اور توبہ استغفار گناہ اور برائی سے بچ نکلنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ کا ہر وقت دھیان رکھیئے۔

۴ — ظاہری اور باطنی صفائی اور نا پاکی کا خاص خیال رکھیئے۔ لباس اور رہنے سہنے اور برتنے کی تمام چیزوں کو سلیقہ سے رکھیئے۔ وہم اور مالیخولیا کا یہ بھی ایک علاج ہے۔

Scanned with CamScanner

۵۔ منڈگشتی، تضیع اوقات اور لایعنی باتوں سے پرہیز کیجیے۔ رات گئے یارباشی ایک فیشن بن گیا ہے جس میں گفتگو کا ذخیرہ غیبت، تہمت، خوش گپیاں دوستوں کے دلوں کو مردہ کر دیتی ہیں۔ مشروبات سے شروع ہو کر، مکروہات پر پڑ جاتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ منکرات کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ اب تو وہ دور آگیا ہے کہ گھروں میں جہاں پُرسکون ماحول جو روح کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہاں مخلوط جنسی اور ثقافتی مجالس آدھی رات کے بعد تک سوسائٹی کا لازمی جزو قرار دیدیا گیا ہے۔

جوان اولاد اپنی دنیا اور بوڑھے اپنی عاقبت مفت خراب کرتے ہیں۔ حاصل اس کی بیماریاں، ذہنی اور طبعی تشویش بدگمانیاں، ہول دل، تنوع اور تعیش، وی سی آر، اندرون خانہ بربادی کے سوا کچھ نہیں۔ بہرحال کسی کے ہاتھ دھو کر پیچھے نہ پڑ جائیے۔ ہر ایک سے اخلاق برت کر ہر ایک کی بات کو وزن دیتے ہوئے اپنی بات اور دعوت کو سامنے رکھیے اور نہایت ہی تحمل، رواداری اور سنجیدگی سے اپنے مقصد کے حصول کی کوشش تادم اخیر کرتے رہیئے۔ ایمان کے خاتمہ کی یہی سبیل ہے۔

۶۔ اپنے رویّے سے، چہرے مہرے سے چشمک و بشرے سے، خنداں پیشانی سے ظاہری اور باطنی طور پر پُرخلوص خوشگوار اور پُروقار شخصیت کا حامل اپنے کو بنا کر بنی نوعِ انسان کی خدمت کے لئے پیش کر دیجیے۔ خواہ چھوٹا ہو یا آپ سے بڑا سب کو سلام کرنے میں پہل کیجیے اور یہ دعا دینا نہ بھولیئے انحک اللہ بسنّک۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دانتوں کو کھلا رکھے، مسکراتا رکھے اور ہر ایک کو محبت آمیز الفاظ سے مخاطب کیجیے۔

جو تم مسکراؤ —— تو سب مسکرائیں۔

۷۔ جب آپ پر کام کی زیادتی کا غلبہ ہو اور مختصر وقت میں مکمل کرنا پڑ جائے تو آپ تکان کی شکایت پیدا ہونے سے پہلے تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کام کریں اور جب واقعی تھکان محسوس ہونے لگے تو تمام موقوف کر کے خاموشی سے بیٹھ جائیے۔ اور ہو سکے تو تھوڑا سا آرام ضرور کر لیجیے۔ اس کو ہمیشہ ذہن میں رکھیے۔

۸۔ مرنے سے کبھی نہ ڈریئے۔ مرنے سے کیا ڈرنا۔ جو بھی اس دنیا میں آیا ہے سب کو یہاں سے جانا ہے۔ آپ کوئی مستثنیٰ تو نہیں ہو سکتے۔ اور سچ پوچھیے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مرتبہ پیدا کر دیا تو کر دیا۔ اب اس کو کبھی ختم نہیں کریں گے۔ ہمیشہ زندہ رکھیں گے۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:-

تیرے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی وہاں جینے کی پابندی

تو میرے محترم بزرگو! خواتین و حضرات! پھر کس بات کا ڈر اور خوف آپ پر سوار ہے۔ مجھے یقین ہے آپ کو موت سے ڈر نہیں لگتا ہوگا۔ آپ اس کی تلخیوں اور شیرینی سے بالکل واقف نہیں ہو سکتے۔ ہاں یہ ضرور

Scanned with CamScanner

ہے کہ اب آپ کو اپنے گناہوں کی تلخیاں اور اپنی نیکیوں کی شیرینی اچھی طرح محسوس ہونے لگی ہوگی - یا اس کی تشویش پیدا ہوگئی ہوگی - جس کا اظہار آپ الفاظ میں نہ کر پاتے ہوں گے - تحت الشعور میں اس کا تصادم ہو رہا ہوگا - شاید اسی لئے آپ طرح طرح کی تاویلیں پیش کرنے کی سعی لا حاصل کرتے ہوں - یا پھر موت کا خوف ہی نہیں بلکہ دنیا اور دنیا کے مالوفات کے چھوڑنے کا غم آپ کو ستاتا ہوگا - جس کو آپ خوف سے تعبیر کر رہے ہیں - حالانکہ موت تو دراصل اپنے دوست سے ملنے کے لئے "وزیٹنگ کارڈ" کا کام دیتی ہے -

" اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ " موت ایک پل ہے حبیب کو حبیب سے ملانے کے لئے -" بلکہ اپنے دوست، محبوب، اپنے اللہ سے ملانے کے لئے خاتونِ استقبالیہ کہہ لیجئے - غالبؔ بھی موت پر غالب آنے کی کوشش کر گئے :-

موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے
اس ستم گر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

یعنی انصاف کی صرف تصویر ہوتی ہے - حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں - حقیقت سے صرف اللہ تعالیٰ کی رحم و رحمت پر ہے - اور یہ بھی رحمت ہی ہے - جس حال میں ہم کو اور آپ کو رکھا ہوا ہے - سب سے بڑا رحم و رحمت تو یہ ہے کہ اس دنیا کے تمام آلام و مصائب، بیماری اور مایوسی، حوصلہ شکنی سے نجات دلانے کے لیے موت کا ذریعہ بنا دیا -

اے ہمارے اللہ ! ...... زندہ کن عطائے تو ، و ربکشی ادائے تو
دل شدہ مبتلائے تو ، ہر چہ کن رضائے تو

یا پھر اسی مسئلہ کو یوں حل کر لیجئے اور خوش ہو جائیے :-

خواہم کہ ہمیشہ زہوائے تو زییم
خاکے شوم و زیر پائے تو زییم
مقصود من خستہ ز کونین توئی
از بر تو میرم و برائے تو زییم

دنیا سے ہم کچھ لینے کے لئے ہی نہیں بھیجے گئے ہیں - آخرت کی کمائی و محنت کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں -
- ہمیں صرف دینے کے لئے بھیجا گیا ہے - لینا تو ہمیں صرف اپنے اللہ سے ہے -
دنیا والوں کو ہم جو کچھ ہمارے پاس تھا سب کچھ دے چکے ہیں - اور اگر کسی کے پاس کچھ رہ گیا ہے تو وہ تین چیزیں ہیں - (۱) اہل و عیال (۲) مال و متاع (۳) اچھے اور بُرے اعمال - پہلے دو یعنی اہل و عیال، مال و متاع دونوں کو ہمیں

(باقی صفحہ ۸۵ پر)

عید کیا آئی
مسرت و شادمانی آئی

عید کیا آئی مسرت و شادمانی آئی
ہمارے خالہ آئی پڑوسی کی ممانی آئی

شلوار سوٹ پہن کر ہوئے ہم تیار
یار دوست یاد آئے یاد کچھ ایسی کہانی آئی

شیر خورمہ کھایا کھائے دہی بھلے ہم نے
اڑائی پڑوس سے جو قورمہ بریانی آئی

پیسے جب ملے تو بڑے مزے ہو گئے
عیدی دینی پڑی تو یاد پیاری نانی آئی

فضا مہک رہی ہے رنگ بکھر رہے ہیں
یہ عید آئی کر کے مستانی آئی

جوانوں پہ بچپنا آیا بچوں پہ پیدائش آئی
یہ دیکھو بڈھوں پہ کیسی جوانی آئی

گلو بھنگن جو گزری گلی کے نکڑ سے
چھکن بھنگی بولا دیکھو میرے دل کی رانی آئی

مذاق میں کیا ہمیشہ چھوڑ دینا ہم نے
ہنسی کی بات نہ کوئی فاروق کو سنانی آئی

(محمد فاروق)

سیما نعیم

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ

زندگی کے کسی شعبے میں اس وقت تک مکمل بحث نہیں ہوسکتی۔ جب تک کائنات کی اس اہم مخلوق کا ذکر نہ کیا جائے۔ کیونکہ عالمِ اخلاق کا کوئی پہلو عورت سے جدا نہیں ہوسکتا۔ عورت کی عزت مرتبے اور اس کے مقام کی اس قدر اہمیت ہے کہ اس دنیا کی رونق اسی کے دم سے ہے۔ کائنات کی دلکشی، عورت کے ہی وجود سے قائم ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ

"عورت قدرت کا خوبصورت اور نادر تحفہ ہے۔
اس کی قدر کرو۔"

حضور اکرم ؐ نے عورت کو ایک باعزت مقام دیا۔
آپ ؐ نے فرمایا۔

"جس گھر میں بیٹی نہ ہو وہ گھر خدا کی رحمت سے خالی ہے۔"

اس کے علاوہ بیٹی کی تربیت اور شفقت کو آگ سے نجات کا ذریعہ قرار دیا۔ وہی ہستی جو پہلے باعثِ شرم سمجھی جاتی رہی اب باعثِ رحمت بن گئی۔

ماں کی خدمت اور فرمانبرداری کو خدا نے اتنا بڑا درجہ دیا ہے کہ اس کی خدمت اور اطاعت کو جنت حاصل کرنے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اسی لئے حضور ؐ کا ارشاد ہے کہ

"جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔"

اسلام نے عورت کو پستی سے اٹھا کر بلندی تک پہنچا دیا۔ اس کو انسانی اور اخلاقی اعتبار سے مردوں کے مساوی کر دیا۔ معاشی طور پر اسے محرومی سے نجات دلائی۔ وراثت میں عورت کا مستقل حصہ بیان کیا۔

غرض عورت کا ہر روپ خواہ وہ بیٹی کا ہو یا بیوی کا یا ماں کا، وہ ہر روپ میں ایک بلند مقام رکھتی ہے۔ عورت بیٹی کے روپ میں ہو تو اطاعت و فرمانبرداری کا نمونہ بن جاتی ہے۔ بیوی کے روپ میں ہو تو دیوی بن جاتی ہے اور اگر یہی عورت ماں کے روپ میں ہو تو سایہ بن جاتی ہے۔ عظمت کا ایک ایسا مینار بن جاتی ہے جس کے مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

یہ عورت ہی کا اعزاز ہے کہ اسے نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

عورت کی عظمت کے لئے حضور اکرم ؐ کا یہ ارشاد کافی ہے:۔

"تمہاری دنیا میں مجھے تین چیزیں پسند ہیں، خوشبو، نماز، عورت۔"

صرف اسلام میں ہی نہیں تاریخ بھی اٹھا کر دیکھیئے تو عورت کے بغیر ہر باب نامکمل ہے۔ عورت اگر چار دیواری میں، بچوں کی پرورش کر سکتی ہے تو وہ رضیہ سلطانہ بن کر میدانِ جنگ میں اپنی ہمت اور طاقت کے جوہر بھی دکھا

Scanned with CamScanner CamScanner

سکتی ہے ۔ عورت اگر اسلام کی خاطر مصائب اور ظلم و ستم برداشت کر سکتی ہے تو وہ محمد علی جوہر اور شوکت علی جیسے بہادروں کی والدہ "بی اماں" بن کر ملک و قوم کی خدمت بھی کر سکتی ہے ۔

یہی عورت شیخ عبدالقادر جیلانی جیسے پیرانِ پیر دستگیر پیدا کر سکتی ہے تو یہی عورت قوم اور ملک کو ٹیپو سلطان شہید جیسے بہادروں سے بھی نواز سکتی ہے ۔ غرض زندگی کا کوئی شعبہ بھی ہو وہاں عورت ہر کارنامے میں مردوں سے پیچھے نہیں ہے ۔ دنیا میں کتنی عظیم اور قابل ہستیاں گزری ہیں جن کا نام سنہری حرفوں سے لکھا جاتا رہے گا ۔ وہ چاہے تعلیم کا شعبہ ہو چاہے تربیت کا ، ہر شعبے میں عورت نے اپنے مقام اور اپنی اہمیت کو منوایا ہے ۔

یہی نہیں بلکہ شاعر نے بھی عورت کو ایک غزل کے روپ میں ، فلسفی نے اور ادیب نے خوبصورت الفاظ سے مزین کیا ہے ۔

غرض زن کا کوئی بھی روپ ہو اس کا صرف احساس ہی ذہنی آسودگی بخشتا ہے ۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ

"عورت کے بغیر یہ دنیا قبرستان کی مانند ہے" ۔

پیار ، وفا ، ایثار و خلوص کے رنگوں سے ہی یہ کائنات رنگین نظر آتی ہے ۔ اور یہ ساری خوبصورتی اور رنگینی عورت کے وجود کی مرہونِ منت ہے ۔

(بقیہ :- بالغوں کے لئے چند مشورے)

یہیں چھوڑنا ہے ۔ اب نہ سہی کبھی تو سہی ۔ لیکن اعمال سے جدا نہیں ہو سکتے ۔ وہ ساتھ ہی جائیں گے ۔ اب اگر اعمال اچھے ہیں تو بہترین ساتھی ۔ عالمِ نزع میں ۔ قبر میں سوال و جواب کے وقت ، پل صراط پر ، حوضِ کوثر پر ، میزان پر ۔ اور آخیر میں جنت میں ہر جگہ ساتھ ہوں گے اور ان شاء اللہ ، اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کو بلائیں گے ۔ اور اگر خراب اعمال ہیں تو پکڑے گئے اور ہمیشہ کے لئے پکڑے گئے ۔ بجز اللہ کی رحمت کے جو اس کا امیدوار ہو اور اللہ کی رحمت جوش میں آ گئی اور اس نے اللہ کے سامنے سر جھکا دیا ۔

گردن جھکا کے سوئے جہنم چلا تھا میں
رحم آ گیا مگر میرے پروردگار کو !

واہ واہ محض اس کے سامنے گردن جھکانے پر !
سبحان اللہ !

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ تمام گناہوں کو بخشنے والا ہے ۔

پیشکش :- اقبال احمد
ماخوذ :- "جو تم مسکراؤ تو سب مسکرائیں"
نتیجۂ فکر :- مولانا سید رضی الدین احمد صاحب فخری مد ظلہ

فہمینہ کوثر
ناتھ ناظم آباد

حیرت انگیز معلومات

شُتر مرغ کے پیٹ میں ہیرے

شُتر مرغ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ تقریباً ہر چیز کو ٹھونگ لیتا ہے۔ کئی سال پہلے افریقہ کے ایک شتر مرغ کے پیٹ سے پچاس سے زیادہ ہیرے نکلے جن کی مالیت تقریباً ۵۰ کروڑ روپے تھی۔

اُڑن کُرسی

امریکی خلائی ادارے ناسا کے ڈاکٹر جان بران نے ایک ایسی کُرسی ایجاد کی ہے جو ہوائی جہاز کی طرح اُڑ سکتی ہے۔ اسے گردن کے اشارے سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔

سائیکل کے لئے انجن

ایک ایسا چھوٹا سا انجن تیار کیا گیا ہے جو کسی بھی سائیکل میں نصب کیا جا سکتا ہے۔ امریکہ میں تیار کئے گئے اس انجن کا وزن صرف ۱۱ پونڈ ہے۔ اس کی انتہائی رفتار ۲۴ میل فی گھنٹہ ہے۔ اس انجن سے سائیکل ایک گیلن پیٹرول میں ۳ سو میل کا فاصلہ طے کر سکتی ہے۔

تلوار کھانے والا

میدانِ جنگ میں تلوار کے گھاؤ کھانے والے تو ہوتے ہیں لیکن خود تلوار کو کھانے والے کہیں نہیں ہوتے۔ تاہم دنیا میں ایک شخص ایسا بھی ہے جو ایک چھوڑ چار تلواریں پیٹ میں اتار لیتا ہے۔ ۵ فٹ تین انچ کے قد و قامت کا ایلکس نامی یہ شخص پیٹ بھر کھانا کھانے کے بعد کم از کم ۲۷ انچ لمبی چار تلواریں حلق تک اتار لیتا ہے اور اس کے باوجود وہ ٹھیک رہتا ہے۔

ڈاک چھانٹنے کی مشین

ڈاک کا ہر شخص کو شدت سے انتظار ہوتا ہے۔ اس انتظار کی گھڑیاں کم کرنے کے لئے وفاقی جمہوریہ جرمنی کے محکمۂ ڈاک نے ایک ایسی مشین تیار کی ہے جو صرف ایک گھنٹے میں ساٹھ ہزار خطوط کو اُن خانوں میں پہنچا دیتی ہے جہاں سے

انہیں منزلِ مقصود تک بھیجا جاتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ خط پر پتا صاف الفاظ میں لکھا ہوا ہو۔ اندازہ ہے کہ ۱۹۹۰ء تک ملک کے تقریباً تمام بڑے بڑے ڈاک خانوں میں اس مشین کا استعمال شروع ہو جائے گا۔

دنیا کی سب سے بڑی ڈبل روٹی

دنیا میں سب سے بڑی ڈبل روٹی فرانس کے شہر سینٹ چارلس کے مقام پر ۱۹۶۳ء میں تیار کی گئی۔ اس کی لمبائی پچاس فٹ اور وزن ایک سو بیس پاؤنڈ تھا۔

کرنٹ مارنے والی لڑکی

آئرلینڈ کی ایک لڑکی جسے اسمتھ کے بارے میں ۱۸۶۲ء میں انکشاف ہوا کہ اُسے چھونے سے کرنٹ لگتا ہے۔ ڈاکٹر جب اس کے معائنے کے لئے گیا تو جسے اسمتھ کے جسم کو چھونے سے اُسے بھی زبردست کرنٹ لگا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

آج کی لغت

پڑوسی:۔ وہ لوگ جو آپ کے ذاتی معاملات آپ سے زیادہ جانتے ہوں۔

سالگرہ:۔ گزرے ہوئے سال کی فاتحہ خوانی۔

جدوجہد:۔ بے کار وقت ضائع کرنا۔

انٹرویو:۔ اپنے سے زیادہ احمق کے سوالوں کا جواب دینا۔

تجربہ:۔ اپنی غلطیوں اور حماقتوں کا خوبصورت نام۔

ڈسکو ڈانس:۔ ورزش کرنے کا بہترین طریقہ۔

ڈگری:۔ تعلیمی اخراجات کی رسید۔

ڈاکٹر کی شادی

ڈاکٹر کی شادی کچھ اس طرح ہونی چاہیئے کہ وہ ڈاکٹر کی شادی معلوم ہو۔ مثلاً یہ کہ ابٹن اور مہندی کی جگہ مرہم استعمال ہو۔ ہار کی جگہ پٹیاں ہوں۔ کھانے کی جگہ وٹامن کی گولیاں ہوں۔ پانی کی جگہ گلوکوز پلایا جائے۔ بارات ایمبولینس میں جائے۔ باراتی مریض ہوں۔ نکاح ہسپتال میں ہو۔ نکاح قاضی کے بجائے سرجن پڑھائیں۔ لڑکی کو جہیز میں ہسپتال دیا جائے اور تحفے میں ڈاکٹری آلات دیئے جائیں۔

بے کار ہیں!

بے کار ہیں وہ بچّے جو فلمیں نہ دیکھتے ہوں۔
بے کار ہیں وہ چیزیں جن میں ملاوٹ نہ ہو۔
بے کار ہے وہ چہرہ جس پر میک اپ نہ ہو۔
بے کار ہے وہ لباس جو فیشن کے مطابق نہ ہو۔
بے کار ہے وہ طالب علم جو فیل نہ ہو۔
بے کار ہے وہ جلسہ جس میں ہنگامہ نہ ہو۔
بے کار ہے وہ پولیس جو چوروں کی مدد نہ کرے۔
بے کار ہے وہ نوکری جس میں رشوت نہ ہو۔
بے کار ہے وہ محکمہ جو بڑے بڑے بل نہ دے۔
بے کار ہے وہ لیڈر جو جھوٹ نہ بولے اور بڑے بڑے دعوے نہ کرے۔

مُسکرایئے

ایک دوست دوسرے سے :۔ غلطی اور حماقت میں کیا فرق ہے؟

دوسرا دوست :۔ غلطی اور حماقت میں فرق یہ ہے کہ اگر آپ مسجد میں جائیں اور اپنا پرانا جوتا چھوڑ کر کسی کا نیا جوتا پہن آئیں تو یہ آپ کی غلطی ہے اور اگر آپ اپنا نیا جوتا چھوڑ کر پرانا پہن آئیں تو یہ حماقت ہے۔

کسی نے ہسپتال کے پوسٹر کے اوپر سائیکلوں کی مرمت کا اشتہار لگا دیا۔ کچھ دنوں بعد پوسٹر جگہ جگہ سے پھٹ گیا اور کچھ یوں پڑھا جانے لگا :۔

"ہمارے ہاں مریضوں کی مرمت کی جاتی ہے۔ اور ان کی چیزیں بھی تبدیل کی جاتی ہیں سائیکلوں کو چیچک، پولیو، خسرہ، ہیضہ جیسی خطرناک بیماریوں سے بچاؤ کے ٹیکے لگائے جاتے ہیں اور ان کے آرام کے لئے ہر وقت ڈاکٹر اور نرس وغیرہ موجود رہتی ہیں۔ مریضوں کی مرمت کے مناسب دام وصول کئے جاتے ہیں۔ آج ہی شاپ پر تشریف لائیں۔

پتہ :۔ ناصرہ سائیکلوں کی مرمت کا ہسپتال
کراچی

کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں لیکن کہتے شرماتا ہوں

وہ جانِ حیاتِ کون و مکاں، وہ روحِ نجاتِ انسانی
وہ جس کی بلندی کے آگے افلاک ہوئے پانی پانی
وہ فکر کا پیکر جس کے قدم چھوتا ہے شکوہ سلطانی
ان سے ہی مجھے نسبت ہے مگر کب ان کی حقیقت پہچانی
احساسِ خطا کی پلکوں سے آنسو بن کر گر جاتا ہوں۔
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں۔

آباد ہوئیں عشرت گاہیں، ویران مساجد روتی ہیں
طاری ہے فضا پر موسیقی، پامال اذانیں ہوتی ہیں
بے وقعت عمل، کردار ہے شل، کیا دستِ دعا پھیلاتا ہوں
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں لیکن کہتے شرماتا ہوں

خونی اندھیاروں کی آندھی ہر نور نگلتی جاتی ہے
انساں کی یہ فردوس زمیں دوزخ میں ڈھلتی جاتی ہے
یہ امت جسکے شعلوں میں ہر گام پہ جلتی جاتی ہے
انساں پہ فرشتے روتے ہیں، شیطان کی چلتی جاتی ہے
اسلام کی چیخیں سنتا ہوں خاموش گزر جاتا ہوں
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں لیکن کہتے شرماتا ہوں۔

Scanned with CamScanner

طائف میں مقدس خون ٹپکا، مکے میں کبھی پتھر کھائے
بس ایک تڑپ تھی کیسی تڑپ؟ انسان دورایت پا جائے
اف کتنے گناہوں کے ہاتھوں دینی بنیادیں ڈھاتا ہوں
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں، لیکن کہتے شرماتا ہوں

باطل کی بھیانک سازش میں، شیطان کی ظالم گھاتوں میں
اسلام ہوا ٹکڑے ٹکڑے فرقوں میں، جھتوں میں، ذاتوں میں
میں میٹھی نیندیں سوتا ہوں اس سونے کی کالی راتوں میں
خود اپنے لہو کا پیمانہ رقصاں ہوں اٹھائے ہاتھوں میں
ماحول کی رگ رگ میں اپنا ناپاک لہو دوڑاتا ہوں
کہنے کو مسلماں میں بھی ہوں لیکن کہتے شرماتا ہوں۔

مصنف :- شمس نوید عثمانی
مراسلہ :- مجاہد عالم
(گلبرگ)

Scanned with CamScanner

عمران سعید
ناظم آباد

حیرت انگیز

"ذہین لڑکی"

۱۷۱۹ء میں فرانس کے کارڈیاک محل میں ایک بچی "جین لوئیس" پیدا ہوئی۔ جب وہ تین ماہ کی ہوئی، تو کتابوں کے حروف پہچاننے لگی تھی۔ تین سال کی عمر میں لاطینی زبان لکھنے اور پڑھنے لگی تھی۔ چار سال کی عمر میں انگریزی، جرمنی، اور عبرانی زبانیں سیکھ لی تھی۔ چھ سال کی عمر میں ریاضی، تاریخ اور جغرافیہ سیکھ چکی تھی۔ اس ذہین بچی کا سات سال کی عمر میں ۱۷۲۶ء کے دوران انتقال ہوگیا۔

"انوکھی گھڑی"

بعض لوگ اتنی گہری نیند سوتے ہیں کہ گھڑی کے الارم سے بھی ان کی آنکھ نہیں کھلتی۔ شہر اٹلی میں ایک ایسی گھڑی بنائی گئی ہے جو گہری سے گہری نیند سونے والوں کو بھی جگا سکتی ہے۔ پہلے گھڑی الارم بجاتی ہے پھر اس میں کار کا ہارن بجنے کی آواز آتی ہے۔ پھر کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آتی ہیں۔ اس پر بھی اگر کوئی نہ جاگے تو آخر میں توپیں چلنے کی آوازیں آتی ہیں۔ گھڑی ساز کا کہنا ہے کہ یہ گھڑی سوائے بے ہوش اور مُردوں کے ہر ایک کو جگا سکتی ہے۔

"دادا اور پوتا"

امریکہ کے صدروں میں ابراہم لنکن کا نام بہت مشہور ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ان کے دادا کا نام بھی ابراہم تھا۔ دادا اور پوتا دونوں ابراہم، ان دونوں کی بیویوں کا نام "میری" تھا۔ دونوں کے بیٹوں کا نام "تھامسن" تھا اور دونوں قتل کر دیے گئے تھے۔

"اُلٹی تیرنے والی مچھلی"

براعظم جنوبی امریکہ میں ایک مچھلی پائی جاتی ہے۔ جسے "کیٹ فش" کہتے ہیں۔ وہ بچپن میں سیدھے تیرتی ہے اور باقی ساری عمر اُلٹی تیرتی ہے۔

Scanned with CamScanner

عمران سعید
ناظم آباد

آپ کتنے پانی میں ہیں؟

1۔ میری زندگی صرف ایک دن کی ہوتی ہے لیکن مسلمانوں کی تربیت کے لئے ایک نعمت ہوں۔ ذرا میرا نام تو بتائیے؟

2۔ وہ کون سی انگریزی تاریخ ہے جس میں آپ آج تک کم سوئے ہیں؟

3۔ آپ کی وہ کون سی چیز ہے جس کے کم ہونے کو بڑھنا کہتے ہیں؟

4۔ بارش ہورہی ہے۔ عماد سیاہ کپڑے پہنے سیاہ رنگ کی کار میں جا رہا ہے۔ کار کی لائٹیں بھی آف ہیں اور اسٹریٹ لائٹس بھی بجھی ہوئی ہیں۔ چاند بھی موجود نہیں۔ ایک صاحب جو خود بھی سیاہ سوٹ میں ہیں انہوں نے عماد کو کافی دور سے رکنے کا اشارہ کیا تو عماد نے فوراً کار روک لی۔ ذرا جلدی سے بتائیں کہ عماد نے ان صاحب کو کیسے دیکھ لیا؟

5۔ وہ کیا چیز ہے جو پیروں کے بغیر بھاگتی ہے؟ اور کبھی واپس نہیں مڑتی؟

6۔ فرض کریں آپ ایک کار چلا رہے ہیں کل فاصلہ ۱۰۰ میل طے کرنا ہے۔ کار کی رفتار 65 میل فی گھنٹہ ہے۔ تو بتائیں ڈرائیور کی کیا عمر ہے؟

7۔ ایک چیز جو انیسویں صدی میں ایجاد ہوئی عموماً ایک کونے میں رہتی ہے مگر دور دراز ملکوں اور شہروں کا سفر کرتی ہے ذرا جلدی سے بتائیں تو وہ کیا چیز ہے؟

8۔ خوب سوچ کر بتائیں جلد بازی نہ کریں۔ "الف" نے کہا میرا کوئی بھائی ہے نہ بہن لیکن "ب" کے والد میرے والد کے صاحبزادے ہیں۔ بتائیے "الف" اور "ب" کا آپس میں کیا رشتہ ہے؟

9۔ عارف کی عمر 25 سال ہے مگر وہ صرف پانچ مرتبہ اپنی سالگرہ منا سکا۔ کیوں؟

۱۰۔ وہ کس کی گردن ہے جس کے توڑنے پر آپ کو کوئی قانون نہیں پکڑے گا؟

۱۱۔ آپ کی والدہ کے اکلوتے بھائی کی اکلوتی بہن کی صرف ایک اولاد ہے۔ بتائیں اس سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟

جوابات:۔

۱۔ روزہ 2۔ ۲۹ فروری 3۔ عمر 4۔ دن کی روشنی میں 5۔ وقت 6۔ ڈرائیور آپ خود ہیں اس لیے وہی جو آپ کی عمر ہے 7۔ ٹکٹ 8۔ باپ اور بیٹا 9۔ ۲۹ فروری کو پیدا ہوا تھا۔ ۱۰۔ بوتل یا صراحی کی گردن ۱۱۔ آپ خود ہی ہیں۔

Scanned with CamScanner

"سب سے چھوٹی کتاب"

یوکرائن کے ایک فنکار نے دنیا کی سب سے چھوٹی کتاب شائع کی ہے۔ اس کتاب کے صفحات کی چوڑائی اور لمبائی نصف ملی میٹر ہے۔ اس کتاب کے صفحات اُلٹنے کے لئے بال کی طرح باریک نوک استعمال کی جاتی ہے۔ اور خوردبین سے مطالعہ کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کی باقاعدہ جلد بندی کی گئی ہے۔

"سب سے کم وزن لڑکی"

دنیا میں سب سے کم وزن ہونے کا اعزاز میکسیکو کی ایک لڑکی "لوسیا زردیٹ" کو حاصل ہے۔ پیدائش کے وقت اس کا وزن کُل ۲½ پونڈ تھا اور ۱۷ سال کی عمر میں 9 پونڈ تھا۔ اور ۱۹ سال کی عمر میں ۱۳ پونڈ تھا۔ اس لڑکی انتقال سنہ ۱۸۸۹ میں ہوا۔

دولت

اگر انسان دولت کے پیچھے بھاگے تو دولت کا دیوانہ کہلائے گا۔
اگر دولت کو جمع کرے خرچ نہ کرے تو کنجوس کہلائے گا۔
اگر دولت کو اڑانا شروع کر دے تو عیّاش کہلائے گا۔
اگر اپنی دولت سے الیکشن ہار جائے تو گدھا کہلائے گا۔
اگر بہت زیادہ دولت کا مالک بنے تو سرمایہ دار کہلائے گا۔
اگر دولت کی فراوانی کے ساتھ بدکاری کرنے لگے تو شیطان کہلائے گا۔

چار کا دلچسپ شمار

چار الہامی کتابیں	توریت ۔ زبور ۔ انجیل ۔ قرآن پاک
چار اطراف	مشرق ۔ مغرب ۔ شمال ۔ جنوب
چار سواری کے جانور	گھوڑا ۔ گدھا ۔ اونٹ ۔ ہاتھی
چار عمر کی منزلیں	بچپن ۔ لڑکپن ۔ جوانی ۔ بڑھاپا
چار نماز کی حالتیں	قیام ۔ رکوع ۔ سجود ۔ قعدہ

Scanned with CamScanner CamScanner

شہوار صبرین بقائی
کلاس VIII

نرمی

ایک مرتبہ آنکھوں نے زبان سے پوچھا کہ تجھ کو ہر طرف سے دشمن گھیرے ہوئے ہیں اور دانتوں کی چھُری ہر وقت تجھ پر تیز رہتی ہے تو اپنے بچاؤ کی کیا تدبیر کرتی ہے؟ تو زبان نے کہا —— نرمی

کل

کل کی کوئی فکر نہ کرو وہ اپنی فکر آپ کرے گا۔ آپ کے لئے صرف آج کی فکر کافی ہے۔

اعتماد

اعتماد ایک شمع ہے جو اندھیرے میں راستے کی سمت بتاتی ہے اور چمکیلے اجالے میں منزل کا نشان ہوتی ہے۔

ذہنی آزمائش

۱ —— وہ کون سا ملک ہے جس کے نام کو اگر اُلٹ دیا جائے تو ایک اناج کا نام بن جاتا ہے۔؟

۲ —— لکڑی کو کیا لگا دیا جائے کہ وہ کھانے کے قابل ہو جائے۔؟

۳ —— "بن" کو کون سے چار حرف لگا دیئے جائیں کہ وہ ایک جانور کا نام بن جائے؟

۴ —— اس پھل کا نام بتایئے جس کا پہلا حرف مٹا کر "ن" لگا دیا جائے تو وہ ایک ظالم شخص کا نام بن جاتا ہے؟

۵ —— پاکستان کے اس شہر کا نام بتایئے جس کے پہلے چار حروف مٹا دیں تو وہ پہننے والی چیز کا نام بن جاتا ہے؟

۶ —— اس چار حرفی پھل کا نام بتایئے جس کا اگر پہلا حرف کاٹ دیا جائے تو بقیہ تین حرف کے معنی آگ کے ہو جاتے ہیں؟

۷ —— اس جانور کا نام بتایئے جس کے ساتھ مال لگانے سے کھانے کی چیز کا نام بن جاتا ہے؟

۸ —— اس درخت کا نام بتایئے جس کا آخری حرف مٹانے سے اس درخت کے پھل کا نام بن جاتا ہے؟

۹ —— اس ہندسے کی نشاندہی کیجیے جس کا آخری حرف مٹا دینے سے کھانے کی چیز کا نام بن جائے؟

۱۰ —— اُردو کے کم از کم تین الفاظ ایسے بتایئے جن کے حروف کو الٹ کر پڑھا جائے تو بھی وہی الفاظ بنتے ہیں؟

(جوابات)

(۱) شام (ماش) (۲) "ک" (ککڑی) (۳) بن مانس (۴) امرود (نمرود)

(۵) سیالکوٹ (کوٹ) (۶) انار (نار) (۷) شیر (شیرمال) (۸) بیری (بیر) (۹) پانچ (پان)

(۱۰) تبت - مادام - نان وغیرہ۔

Scanned with CamScanner

سبکدوش ہونے والی مجلس منتظمہ بزم ادب
۱۹۸۷ء بمطابق ۱۴۰۷ھ

محمد ایاز صدر

حسین الدین نائب صدر

محمد مظہر اختر فریدی جنرل سیکریٹری

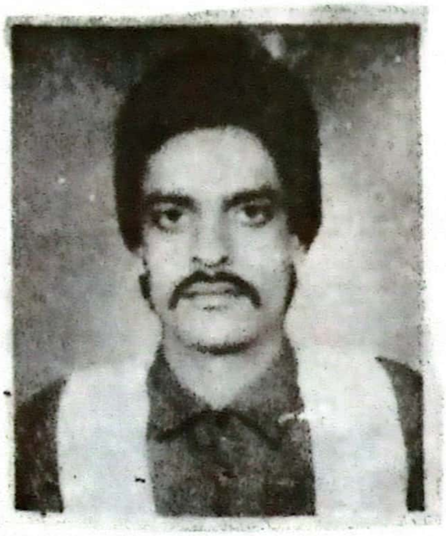

ندیم احمد جوائنٹ سیکریٹری

Scanned with CamScanner
CamScanner

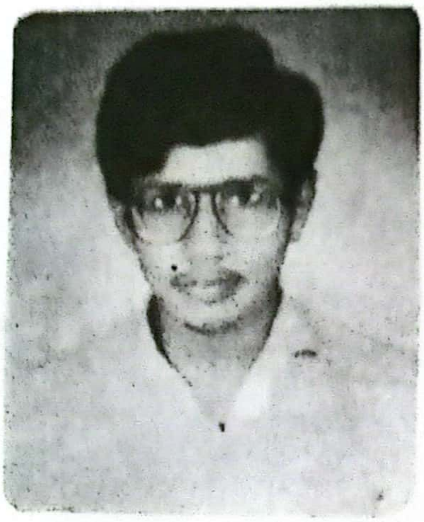

ہمایوں صادق پروگرام سیکریٹری

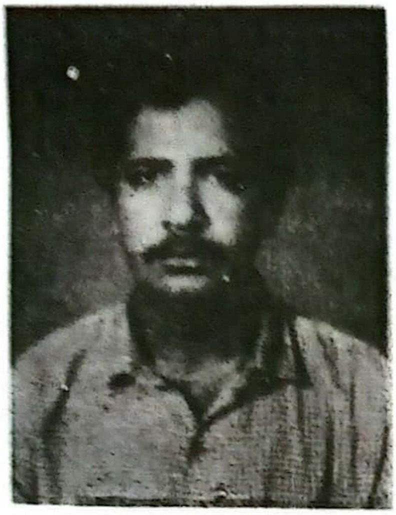

محمد نبیل اختر خازن

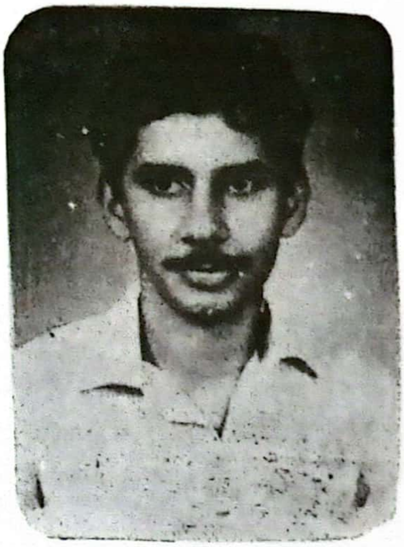

طیب حمید سوشل سیکریٹری

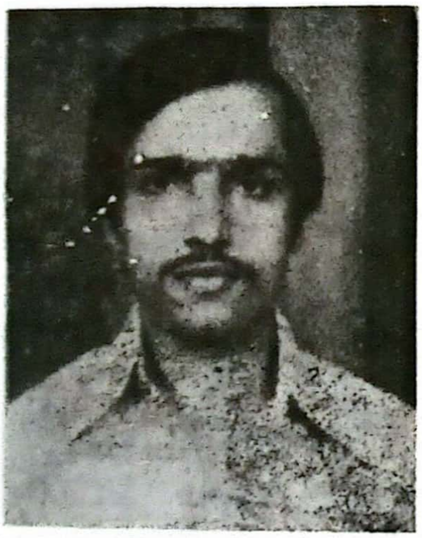

معراج الدین پروپیگنڈا سیکریٹری

Scanned with CamScanner

سابق صدور بزم ادب

شیخ فضل عظیم (مرحوم)
سابق صدر

شیخ فضل الہی (مرحوم)
سابق صدر

شیخ محمد منصور (مرحوم)
سابق صدر

محمد حنیف
سابق صدر

Scanned with CamScanner